مجلس انصار اللہ یوکے علمی تعلیمی تربیتی مجلہ

انصارالدین

جنوری، فروری ۲۰۱۲ء صلح، تبلیغ، ہجری شمسی ۱۳۹۱ جلد ۹ شمارہ ۱



Tahir Mosque, Catford.



Majlis Wandsworth at Alfarthing School Exhibition with Head Teacher



Majlis Wandsworth London Region Quran Exhibition at St Ann's Church



Majlis Wandsworth at Alfarthing School Exhibition



Majlis Wandsworth London Region Quran Exhibition at St Ann's Church



Majlis Tooting Bec Region Baitul Noor Q&A Exhibition



Majlis Wandsworth London Region Quran Exhibition at St Ann's Church



Majlis Tooting Bec Region Baitul Noor Q&A Exhibition



Majlis Tooting Bec Region Baitul Noor Q&A Exhibition

انصارالدین

جلد 9 نمبر 1 | جنوری تا فروری 2012ء

فہرست مضامین

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

صدر مجلس انصاراللہ
چودھری وسیم احمد
مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد
مدیر: محمود احمد ملک
نائبین: نوید احمد، حبیب الرّحمٰن غوری

مینیجر: محمود علی مرزا
ترسیل: فیاض احمد ملهی (انچارج)
زاھد احمد باجوہ، شھباز احمد، ارشد محمود،
ادریس احمد بٹر، محمد اختر، عبدالواحد

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ
کیا آپ حضرت امیرالمومنین
خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات
اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے
روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں
اور ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟!

اداریہ

اسلام اور عائلی زندگی

گزشتہ نصف صدی میں ترقی یافتہ ممالک میں جہاں بے پناہ سائنسی اور اقتصادی ترقی ہوئی وہاں مرد اور عورت کے درمیان (نام نہاد) مساوات اور جنسی تفریق کو ختم کرنے کی تحریک بھی زور پکڑتی رہی۔ جبکہ امر واقعہ یہ ہے کہ مساوات اور جنسی آزادی کے نام پر سماجی، معاشرتی اور مذہبی اقدار کو بُری طرح پامال کرنے کی کوشش کی گئی اور بعض ممالک میں یہ تحریکات کامیاب بھی ہوگئیں۔ چنانچہ بعض ممالک ایسے بھی ہیں جہاں مساوات کے نام پر ہم جنس پرستی اور ہم جنس شادیوں کو قانونی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔

جنگِ عظیم دوئم تک برطانیہ ایک ایسا ملک تھا جہاں مذہبی اقدار کی پاسداری کی جاتی تھی مگر اُس کے بعد سے معاشرہ پر مذہب کی گرفت اور اثر ورسوخ کمزور ہوتا چلا گیا اور آزادی اور مساوات کی علمبردار تحریکات بااثر اور مضبوط ہوتی چلی گئیں۔ چنانچہ (نام نہاد) مساوات اور جنسی آزادی کا عفریت اب اس حد تک آزاد ہو چکا ہے کہ حکومتِ برطانیہ اس بات پر مجبور ہو چکی ہے کہ وہ ہم جنس پرستی اور ہم جنس شادیوں کو بعض دیگر ممالک کی طرح قانونی حیثیت دینے پر غور کرے۔ چونکہ بعض سیاستدان اور طاقتور ادارے اس تحریک کے حق میں ہیں اس لئے امید یہی ہے کہ ایسا ہو کر رہے گا۔

اس تحریک کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ عیسائیت میں کفارہ کی تعلیم نے عیسائی مذہب کو بالکل کھوکھلا کر دیا ہے اور عیسائیت کی تعلیم عملاً بے اثر ہو چکی ہے اور اس مذہب کے پیروکاروں نے جزا اور سزا کے تصور سے آزاد ہو کر اپنی خواہشات کی تکمیل کو ہی اپنا نصب العین بنالیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ چرچ کے لیڈروں نے اس تحریک کے خلاف بیان دیئے ہیں مگر ان میں طاقت اور قائل کرنے کی قوت موجود نہیں۔ یہ وہی منطقی صورتِ حال ہے جس کے متعلق سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کفارہ کے ردّ میں بیشمار دلائل بیان فرمائے تھے اور انتباہ فرمایا تھا کہ کفارہ کی تعلیم کے نتیجہ میں بے حیائی اور گناہ کی ایسی افزائش ہوگی کہ اس کا مقابلہ کرنا کسی کے بس کی بات نہ ہوگی۔

اگرچہ حکومتِ برطانیہ ایک عیسائی حکومت ہے اور ملکہ برطانیہ چرچ اور عیسائیت کی محافظ بھی ہیں اور بائبل کی تعلیم بھی کسی کی نظر سے پوشیدہ نہیں مگر اس کے باوجود قوی امکان یہی ہے کہ یہ تحریک کامیاب ہو کر رہے گی۔

عہد نامہ قدیم میں یہ تعلیم دی گئی تھی کہ "تُو مرد کے ساتھ صحبت نہ کرنا جیسے عورت کے ساتھ کرتا ہے۔ یہ نہایت مکروہ کام ہے۔" (احبار 18:22)

اور اسی طرح یہ تعلیم دی گئی کہ "اگر کوئی مرد سے صحبت کرے جس طرح عورت سے کرتے ہیں تو ان دونوں نے نہایت مکروہ کام کیا۔ سو وہ دونوں ضرور جان سے مارے جائیں۔ ان کا خون ان ہی کی گردن پر ہوگا" (احبار 20:13)

نیز عہد نامہ قدیم کے باب پیدائش میں سدوم اور عمورہ کی بستیوں کا ذکر ملتا ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے دور میں ان دونوں بستیوں کو جنسی بے راہروی کی بنا پر تباہ برباد کر دیا۔ (پیدائش 13-19:1)

اسی طرح عہد نامہ جدید میں "کرنتھیوں" میں بھی ہم جنس پرستی کو بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔

اگرچہ دنیا کے دیگر مذاہب میں بھی اس کے خلاف کسی نہ کسی حد تک تعلیم موجود ہے مگر اسلام نے بڑے خوبصورت انداز میں عائلی اور معاشرتی زندگی کی تعلیم قرآن اور حدیث میں پیش کی ہے۔ قرآن کریم اسلامی معاشرہ کے بنیادی اصول بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (سورۃ النحل:91) یعنی "بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم عبرت حاصل کرو"۔

اس آیت کریمہ میں لفظ "بغی" معاشرہ کی روایات، مذہبی تعلیم اور اخلاقی اقدار کے خلاف چلنے پر اطلاق پاتا ہے۔ اس آیت میں ایسے طرزِ عمل کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے جو معاشرہ کو بے لگام جنسی آزادی کی طرف لے جاسکتا ہے جس سے معاشرہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام ہر ایسے اقدام کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جس سے انفرادی عائلی زندگی میں ذہنی اور قلبی سکون پیدا ہوتا ہو جو بالآخر ایک پُرسکون معاشرہ کی بنیاد بنتا ہے۔

ہر شعبہ زندگی میں آزادی اور مرد و عورت کے درمیان مساوات کے حامی اس بنیادی امر کو فراموش کر دیتے ہیں کہ ان میں خلقی طور پر ایسے فرق ہیں جن میں مساوات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مثلاً بچے پیدا کرنے کا کام صرف عورت ہی کر سکتی ہے۔ اگر کوئی معاشرہ اس خلقی فرق کو ملحوظ نہیں رکھتا تو وہ لازمی طور پر صحتمند سماجی توازن قائم کرنے میں ناکام رہے گا۔ مساوات کے حامی صرف ایک بات پر زور دیتے ہیں کہ اگر ایک مرد عورت سے شادی کر سکتا ہے تو ایک مرد دوسرے مرد یا ایک عورت دوسری عورت سے شادی کیوں نہیں کر سکتی!۔ اس قسم کے خیالات کے حامل صرف جنسی خواہشات کی تکمیل کے بارہ میں سوچتے ہیں۔ اس کے برعکس اسلامی تعلیم ہوس پرستی کی بجائے پاکیزہ محبت کو فروغ دیتی ہے۔ اسلام عائلی زندگی کو صرف میاں بیوی کے تعلقات تک ہی محدود نہیں رکھنا چاہتا بلکہ ایک ایسے خاندان اور اس کے نتیجہ میں ایک ایسا معاشرہ پیش کرنا چاہتا ہے جس میں مضبوط خونی رشتے بنیاد بن سکیں۔ اگر بے حیائی کو بے لگام چھوڑ دیا جائے تو پھر ایک ایسا معاشرہ تخلیق ہوگا جس میں صرف سفلی جذبات کی ہی تسکین مقصود ہوگی اور پھر اس کے نتیجہ میں ایسے پیچیدہ نفسیاتی عوامل ظاہر ہوں گے جن سے نہ صرف خاندانی بلکہ معاشرتی امن غارت ہو کر رہ جائے گا۔ ایسے نفسیاتی عوامل تشدد، ظلم، نفرت اور جرائم کو ہی جنم دے سکتے ہیں جن سے سارا معاشرہ جہنم بن کر رہ جائے گا۔ کوئی خدا کو مانے یا نہ مانے، مذہب پر یقین رکھے یا نہ رکھے، اقتصادی لحاظ سے طاقتور ہو یا کمزور ہو...... جنسی بے راہروی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے سنگین حالات کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

درس القرآن

نماز اور نماز جمعہ کی اہمیت

يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِاللّٰهِ وَذَرُوْا الْبَيْعَ.ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوْااللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.

(سورة الجمعة : 11-10)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جب جمعہ کے دن کے ایک حصے میں نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی کرتے ہوئے بڑھا کرو اور تجارت چھوڑ دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ پس جب نماز ادا کی جا چکی ہو تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کے فضل میں سے کچھ تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

ان آیات کی تفسیر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''اسلام میں جمعہ کے دن کے لئے یہ خصوصیتیں مقرر فرمائی ہیں کہ اس دن چھٹی رکھی جائے، عبادت زیادہ کی جائے، اسے قومی اجتماع کا دن بنایا جائے، نہایا دھویا جائے، صفائی کی جائے، مریضوں کی عیادت کی جائے، اسی طرح اور قومی اور تمدنی کام کئے جائیں۔ ہاں جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد اجازت دی گئی ہے کہ لوگ اپنے مشاغل میں لگ جائیں مگر زیادہ مناسب اسی کو قرار دیا ہے کہ بعد میں بھی لوگ ذکر الٰہی میں مشغول رہیں۔''

نماز برائیوں سے بچنے کا ذریعہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نماز یقیناً بری اور ناپسندیدہ باتوں سے لوگوں کو روکتی ہے۔ ان بری باتوں سے بھی جو انسان کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں اور ان سے بھی جو سوسائٹی پر گراں گزرتی ہیں۔ کیونکہ نماز باجماعت...... میں پانچ وقت کی مقرر ہے۔ اگر نماز باجماعت ان میں قائم ہو جائے گی تو ان کا بہت سا وقت خدا تعالیٰ کی عبادت میں لگ جائے گا اور نماز میں خرچ ہونے والا وقت ان کو بے حیائیوں اور بدکاریوں سے بچاتا رہے گا۔ اسی طرح نماز میں جب دعائیں ہوتی رہیں گی۔ اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی تو وہ دعائیں خدا تعالیٰ کا فضل کھینچ کر ان کی اپنی اصلاح کا بھی موجب ہوں گی اور دوسروں کی اصلاح اور ترقی کا موجب بھی بن جائیں گی۔ اسی طرح نماز میں جو قرآن کریم کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور تسبیح وتحمید کی کثرت ہوتی ہے اس کا دل پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ انسان گناہوں سے نفرت کرنے لگ جاتا ہے ......بغیر دعاؤں کے پاکیزگی حاصل نہیں ہوسکتی۔ تلاوت قرآن سے تم دنیا کے خیالات بیشک تبدیل کر سکتے ہو۔ لیکن دنیا میں پاکیزگی بغیر فضل الٰہی کے نہیں ہوسکتی اور یہ فضل دعاؤں سے ہی حاصل ہوگا۔ پس نمازیں پڑھو اور دعائیں مانگو تا کہ اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لئے تمہیں کھڑا کیا ہے اس میں تمہیں کامیابی حاصل ہو۔

......نماز بدیوں اور گناہوں سے روکتی ہے۔ گویا نماز صرف عبودیت کا اقرار نہیں۔ بلکہ قلب انسانی کو جلا دینے والی شے بھی ہے اور اس کی مدد سے انسان بدیوں اور بدکرداریوں سے بچتا ہے اور اس کا وجود بنی نوع انسان کے لئے مفید ہو جاتا ہے۔ اب جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ نماز کی اصل غرض اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا اور نفس کی اصلاح کرنا ہے تو جس طریق عبادت سے یہ دونوں باتیں حاصل ہوتی ہوں وہی عبادت سچی عبادت سمجھی جائے گی اور اسی عبادت کی طرف ہدایت کرنے والا مذہب سچا مذہب ہوگا۔ اسلام نے اپنے پیروؤں کے لئے جو طریق عبادت رکھا ہے اس میں ان اغراض کو پورا کرنے کے لئے جو ذرائع استعمال کئے ہیں وہ اور کسی مذہب نے نہیں کئے اور ہر ایک انسان معمولی غور سے کام لے کر بھی سمجھ سکتا ہے کہ وہی ذرائع اس قابل ہیں کہ عبادت کی غرض کو پورا کر سکیں۔

(تفسیر کبیر جلد 7 ص642)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نماز جمعہ اوراس کی اہمیت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:"کبائر سے بچنے والے کے لئے پانچ نمازیں، ایک جمعہ سے اگلے جمعہ تک اور ایک رمضان سے اگلے رمضان تک کفارہ ہوتا ہے"۔

(صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب الصلوات الخمس)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"دنوں میں بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی دن وہ جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن ھبوط آدم ہوا اور اس میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں مسلمان بندہ جو بھی اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا کردیتا ہے۔

(جامع ترمذی کتاب الجمعۃ باب فی الساعۃ التی ترجی فی یوم الجمعۃ)

"تمہارے ایام میں سے (ایک) جمعہ کا دن ہے۔ اسی روز آدم پیدا کئے گئے، اسی روز انہیں وفات دی گئی، اسی روز نفخ صور ہوگا اور اسی روز غشی ہوگی۔ پس اس روز تم مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو"۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ"۔ اور تمہارا درود مجھے پہنچایا جائے گا"

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب فی الاستغفار)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے ہوتے ہیں۔ وہ مسجد میں پہلے آنے والے کو پہلا لکھتے ہیں اور اسی طرح وہ آنے والوں کی فہرست ترتیب وار تیار کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب امام خطبہ دے کر بیٹھ جاتا ہے تو وہ اپنا رجسٹر بند کردیتے ہیں"۔

(صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب فضل التھجیر یوم الجمعۃ)

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور جمعوں میں آنے کے حساب سے بیٹھے ہوں گے یعنی پہلا، دوسرا، تیسرا، پھر انہوں نے کہا چوتھا اور چوتھا بھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے کے لحاظ سے کوئی دُور نہیں"۔

(ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب ما جاء فی التھجیر الی الجمعۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: یہ دن (جمعہ) عید ہے جسے اللہ نے مسلمانوں کے لئے بنایا ہے۔ پس جو کوئی جمعہ پر آئے اُسے چاہئے کہ وہ غسل کرے اور جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو لگائے اور مسواک کرنا اپنے لئے لازمی کرلو"۔

(سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا باب ما جاء فی الزینۃ یوم الجمعۃ)

پھر ایک روایت ہے طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ ادا کرنا ایسا حق ہے جو واجب ہے سوائے چار قسم کے افراد کے۔ یعنی غلام، عورت، بچہ اور مریض"۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ للمملوک والمرأۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:"جمعہ کے روز جب امام خطبہ دے رہا ہو اگر تم اپنے قریبی ساتھی کو کہو' خاموش ہو جاؤ' تو تمہارا یہ کہنا بھی لغو فعل ہے"۔

(مسلم کتاب الجمعۃ باب فی الانصات یوم الجمعۃ)

حضرت سُمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز جمعہ پڑھنے آیا کرو اور امام کے قریب ہو کر بیٹھا کرو اور ایک شخص جمعہ سے پیچھے رہتے رہتے جنت سے پیچھے رہ جاتا ہے حالانکہ وہ جنتیوں میں سے ہوتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ٥ صفحہ ١٠ مطبوعہ بیروت)

کلام الامام علیہ السلام

نماز جمعہ کی ادائیگی کی اہمیت
اور جمعہ کے دیگر معانی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں، یہ ایک میموریل تھا جو جمعہ کی رخصت کی بدلی کے وقت وائسرائے کو بھیجا گیا تھا۔ تو بہر حال اس میں جمعہ کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ:

''روز جمعہ ایک اسلامی عظیم الشان تہوار ہے اور قرآن شریف نے خاص کر کے اس دن کو تعطیل کا دن ٹھہرایا ہے اور اس بارے میں خاص ایک سورۃ قرآن شریف میں موجود ہے جس کا نام سورۃ الجمعہ ہے اور اس میں حکم ہے کہ جب جمعہ کی بانگ دی جائے (اذان دی جائے) تو تم دنیا کا ہر ایک کام بند کر دو اور مسجدوں میں جمع ہو جاؤ۔ اور نماز جمعہ اس کی تمام شرائط کے ساتھ ادا کرو اور جو شخص ایسا نہ کرے گا وہ سخت گناہگار ہے۔ اور قریب ہے کہ اسلام سے خارج ہو اور جس قدر جمعہ کی نماز اور خطبہ سننے کی قرآن شریف میں تاکید ہے اس قدر عید کی نماز کی بھی تاکید نہیں۔''

(مجموعہ اشتہارات۔ جلد دوم صفحہ 580-581 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

خدا تعالیٰ نے جو اتمام نعمت کی ہے وہ یہی دین ہے جس کا نام اسلام رکھا ہے۔ پھر نعمت میں جمعہ کا دن بھی ہے جس روز اتمام نعمت ہوا۔ یہ اس کی طرف اشارہ تھا کہ پھر اتمام نعمت جو ﴿يُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ کی صورت میں ہوگا وہ بھی ایک عظیم الشان جمعہ ہوگا۔ وہ جمعہ اب آ گیا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے وہ جمعہ مسیح موعودؑ کے ساتھ مخصوص رکھا ہے...... مَیں سچ کہتا ہوں کہ یہ ایک تقریب ہے جو اللہ تعالیٰ نے سعادت مندوں کے لئے پیدا کر دی ہے۔ مبارک وہی ہیں جو اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تم لوگ جنہوں نے میرے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے اس بات پر ہرگز ہرگز مغرور نہ ہو جاؤ کہ جو کچھ تم نے پانا تھا، پا چکے.......... سچی بات یہی ہے کہ تم اس چشمہ کے قریب آ پہنچے ہو جو اس وقت خدا تعالیٰ نے ابدی زندگی کے لئے پیدا کیا ہے۔ ہاں پانی پینا ابھی باقی ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے توفیق چاہو کہ وہ تمہیں سیراب کرے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے بدوں کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ جو اس چشمہ سے پئے گا وہ ہلاک نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ پانی زندگی بخشتا ہے اور ہلاکت سے بچاتا ہے اور شیطان کے حملوں سے محفوظ کرتا ہے۔ اس چشمہ سے سیراب ہونے کا کیا طریق ہے۔ یہی کہ خدا تعالیٰ نے جو دو حق تم پر قائم کئے ہیں ان کو بحال کرو اور پورے طور پر ادا کرو۔ ان میں سے ایک خدا کا حق ہے اور دوسرا مخلوق کا۔ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 135-134)

''رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی اغراض میں سے ایک تکمیل دین بھی تھا۔ اس تکمیل میں دو خوبیاں تھیں ایک تکمیل ہدایت اور دوسری تکمیل اشاعت ہدایت۔ تکمیل ہدایت کا زمانہ تو آنحضرت ﷺ کا اپنا پہلا زمانہ تھا اور تکمیل اشاعت ہدایت کا زمانہ آپ کا دوسرا زمانہ ہے۔ جبکہ **آخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ** (الجمعہ: 4) کا وقت آنے والا ہے اور وہ وقت اب ہے یعنی میرا زمانہ یعنی مسیح موعود کا زمانہ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعت ہدایت کے زمانوں کو بھی اس طرح پر ملایا ہے اور یہ بھی عظیم الشان جمع ہے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ 50-49 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

فرمودات سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جمعہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پھر جو عید کو اہمیت دیتے ہیں جمعہ کو اہمیت نہیں دیتے اس بارے میں آنحضرت ﷺ نے ایک جمعہ کے خطبے کے دوران ہی فرمایا کہ اے مسلمانو! اس دن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے عید بنایا ہے۔ اس روز نہایا کرو اور مسواک ضرور کیا کرو۔

(المعجم الصغیر للطبرانی. باب الحاء من اسمه الحسن)

یعنی اس روز نہا دھو کر صاف ستھرے ہو کے اچھے کپڑے پہن کے جس طرح عید کی خوشی مناتے ہیں اس طرح خوشی مناؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے ایک جگہ اکٹھے ہو۔ تو بعض لوگ میں نے دیکھا ہے شائد اس وجہ سے جمعہ والے دن اپنی توفیق کے مطابق خاص طور پر کھانا بھی بڑے اہتمام سے پکاتے ہیں۔ تو اگر یہ اہتمام اس سوچ کی وجہ سے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے کہ عید سمجھ کے مناؤ تو کھانے کے ساتھ ساتھ پھر ثواب ملتا چلا جائے گا۔

پھر جمعہ پر آنے والوں کو آپ ﷺ نے ایک اور پیارے انداز میں ترغیب بھی دلائی ہے۔ روایت میں آتا ہے ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ انہیں ابو عبداللہ اَغَرّ نے بتایا کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

جب جمعہ کا دن ہوتا ہے مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے ہوتے ہیں وہ مسجد میں پہلے آنے والے کو پہلا لکھتے ہیں اور اس طرح وہ آنے والوں کی فہرست تیار کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب امام خطبہ دے کر بیٹھ جاتا ہے تو وہ اپنے رجسٹر بند کر دیتے ہیں اور ذکر الٰہی سننے میں لگ جاتے ہیں۔

(مسلم کتاب الجمعة. باب فضل التهجير يوم الجمعة)

تو پہلے آنا بھی ثواب کا کام ہے کہ جلدی آنے کا حکم ہے اللہ تعالیٰ کا کہ جلدی نماز کی طرف آیا کرو۔ کیونکہ شیطان تو اسی کوشش میں لگا ہوا ہے کہ کسی طرح روکے اور اگر اس کی کوششوں کے باوجود مسجد میں آنے کی طرف توجہ رہتی ہے، جمعہ پڑھنے کی طرف توجہ رہتی ہے جو اس زمانے میں اور بہت سی مصروفیات کی وجہ سے اور زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہے، تو آنے کی وجہ سے ہی وہ ثواب کا حقدار ٹھہر رہا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنے کی وجہ سے بہت سارا ثواب کا حصہ لے رہا ہوتا ہے۔ اس جلدی آنے کے بارے میں ایک اور روایت میں اس طرح آتا ہے۔

عَلْقَمَہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہمراہ جمعہ کے لئے گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ان سے پہلے تین آدمی مسجد پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے کہا چوتھا میں ہوں۔ پھر کہا خیر چوتھا ہونے میں کوئی دوری نہیں۔ پھر کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور جمعوں میں آنے کے حساب سے بیٹھے ہوں گے یعنی پہلا، دوسرا، تیسرا پھر انہوں نے کہا چوتھا اور چوتھا بھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے کے لحاظ سے کوئی دور نہیں ہے۔

(سنن ابن ماجہ۔ کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیھا۔ باب ماجاء فی التہجیر الی الجمعة)

تو جمعہ پر جلدی آنے کے لئے صحابہ کی یہی کوشش ہوتی تھی اور یہ شوق ہوتا تھا۔ احمدیوں کو بھی اس طرف خاص توجہ دینی چاہئے کیونکہ یہ سورہ جمعہ ہی ہے جس میں آخرین کا، مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کا پہلوں سے یعنی صحابہ سے ملنے کا ذکر ہے۔ تو یہ ملنا تو تبھی ملنا ہوگا جب ہم ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش بھی کر رہے ہوں گے۔ پس جیسا کہ میں نے کہا ہے احمدیوں کو جمعہ کی حاضری اور اس کی حفاظت کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے۔ کیونکہ ایک تو اپنی ذات میں جمعہ کی ایک خاص اہمیت ہے۔ جو باتیں میں نے ابھی بتائی ہیں قرآن وحدیث سے بڑا واضح ہے۔ دوسرے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کے بعد جو ایک ہاتھ پر جمع ہو کر اپنے اوپر ہم نے ایک اور زیادہ ذمہ واری ڈال لی ہے کہ اکٹھے ہو کر دعائیں کرتے ہوئے ہم نے تمام دنیا کو ایک ہاتھ پہ جمع بھی کرنا ہے۔ تمام دنیا کو آنحضرت ﷺ کے غلام کی جماعت میں شامل بھی کرنا ہے۔ اس ذمہ داری کو نبھانا ہے اس کے لئے کوششیں بھی بہت زیادہ کرنی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔''

یکے از العشرة المبشرین بالجنة

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(داؤد احمد عابد)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضورﷺ کے ان خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جنہیں آنحضورﷺ نے ان کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت عطا فرمائی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کا نام عبد عمرو یا عبد کعبہ تھا مگر آنحضورﷺ نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ آپ اسلام لانے والے ان ابتدائی لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے آنحضورﷺ کے دارِ ارقم میں جانے سے قبل اسلام قبول کرنے کی سعادت پائی تھی، ان سابقین اولین میں بھی آپ کا نام آٹھواں تھا، اس وقت آپ کی عمر 22 سال تھی۔ آپ نے حبشہ کی طرف بھی ہجرت کی سعادت پائی تھی، پھر مدینہ ہجرت کرنے کی توفیق ملی۔

آپ سرخی مائل سفید رنگت نرم نازک جلد اور تیکھی نظر والے خوبرو مرنجاں مرنج اور خوش مزاج شخص تھے۔

آپ بدری صحابی ہیں، نیز آپ کو بیعت رضوان میں شامل ہونے کی سعادت بھی نصیب ہوئی جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا لقد رضی الله عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرة یعنی اللہ تعالیٰ مؤمنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ بھی تمام غزوات میں آنحضورﷺ کی معیت کا شرف آپ کو حاصل رہا۔ غزوہ احد میں آپ کو بیس سے زائد زخم آئے، اور آپ کے دانت بھی اس موقعہ پر شہید ہوئے۔ اس کے علاوہ آنحضورﷺ نے آپ کو دومۃ الجندل کی جانب سریہ کا امیر بنا کر بھی بھیجا، جس میں آپ نے کامیابی حاصل کی اس موقعہ پر آنحضورﷺ نے خود آپ کی دستار بندی فرمائی، اس کے بعد آنحضورﷺ نے آپ کو ان کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کی اجازت مرحمت فرمائی جس کا نام تماضر بنت اصبغ تھا۔ غزوۂ تبوک کے دوران آنحضورﷺ نے ان کی اقتداء میں نماز بھی ادا کی۔

آنحضورﷺ نے آپ کی مؤاخات حضرت سعد بن ربیع کے ساتھ قائم فرمائی۔ جب آپ کی مؤاخات قائم کی گئی تو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یہ میرا مال ہے جو ہم دونوں کا نصف نصف ہے، نیز میری دو بیویاں ہیں آپ انہیں دیکھ لیں جو آپ کو پسند آئے میں اسے چھوڑ دیتا ہوں تا کہ آپ اس سے شادی کر سکیں۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے مال اور اہل عیال میں برکت عطا فرمائے۔ مجھے آپ کے مال اور اہل کی کوئی احتیاج نہیں، بس مجھے بازار کا رستہ بتا دیں۔

آنحضورﷺ نے آپ کے بارہ میں فرمایا کہ آپ آسمان میں بھی امین ہیں اور زمین میں بھی امین ہیں۔

آپ سے بہت سی احادیث مروی ہیں، آپ سے روایت کرنے والوں میں حضرت ابن عباس، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت مسور بن مخرمہ، حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ، حضرت انس بن مالک اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید اور آپ کے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف ہو گیا، آپ نے آنحضورﷺ کو اس معاملہ کی خبر دی تو آنحضورﷺ نے حضرت خالدؓ کو فرمایا کہ اے خالد اہل بدر میں کسی شخص کو ایذاء مت دینا، کہ تو اگر احد پہاڑ کے برابر بھی خرچ کرے تو ان کے اعمال کی بلندی اور رفعت کو نہیں پا سکے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ آپ کی اہلیہ محترمہ ام کلثوم بنت عقبہ سے پوچھا کہ کیا آنحضورﷺ نے آپ کو ارشاد فرمایا تھا کہ سید المسلمین عبدالرحمٰن بن عوف سے شادی کرو، تو انہوں نے ہاں میں جواب دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے مشورہ کرتے اور اسے قبول فرماتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ جب حضرت عمر لشکر کے ساتھ شام جا رہے تھے تو کسی نے بتایا کہ شام میں تو طاعون پڑی ہے، سب ساتھیوں نے جن میں کبار صحابہ بھی شامل تھے اس سفر کو شام کی طرف جاری رکھنے کا مشورہ دیا مگر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے بتایا کہ آنحضورﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی جگہ طاعون پڑی ہو تو وہاں کے لوگ وہاں سے بھاگ کر کہیں اور نہ جائیں، جبکہ دیگر علاقوں کے لوگ وہاں جانے سے احتراز کریں۔ حضرت عمرؓ نے آپ کا مشورہ مان کر واپسی کا ارادہ فرمایا، اسی طرح مجوسیوں سے جزیہ لینے کا مشورہ بھی مانا۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف مسلمان سرداروں میں سے ایک سردار ہیں۔ اپنی خلافت کے دوران حضرت عمرؓ جب زخمی ہوئے اور انتخاب خلافت کمیٹی تشکیل دی تو آپ کو بھی اس کا ممبر بنایا اور کمیٹی کے ممبران کی بابت فرمایا کہ آنحضورﷺ جب فوت ہوئے تو آپ لوگوں سے راضی تھے۔ جب حضرت عمرؓ فوت ہوئے اور انتخاب خلافت کمیٹی کا اجلاس ہوا اور یہ کمیٹی کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ پا رہی تھی، تو آپؓ نے فرمایا کہ کون بخوشی حق خلافت سے دستبردار ہوتا ہے، جب کوئی اور تیار نہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں اس حق سے دستبردار ہوتا ہوں، اس پر ممبران نے آپ ہی سے کہا کہ آپ کسی کا نام پیش کر دیں، چنانچہ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پیش کیا، یوں حضرت عثمانؓ آنحضورﷺ کے خلیفۂ ثالث کی مسند پر متمکن ہوئے۔

آپ بہت متواضع اور زاہد عن الدنیا تھے، یہاں تک کہ جب آپ اپنے غلاموں کے ساتھ ہوتے تو پہچانے نہ جاتے۔

جب آپ کی شادی ہوئی تو آنحضورﷺ نے آپ کو برکت کی دعا دی اور فرمایا کہ أولِمْ وَلَو بِشاةٍ یعنی دعوت ولیمہ کا اہتمام کرو خواہ ایک بکری کے گوشت سے کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے آپ کے رزق میں غیر معمولی برکت رکھ دی۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ کا تجارتی قافلہ جب مدینہ واپس آیا تو اس میں سات سو اونٹ غلہ آٹے اور اناج سے لدے ہوئے تھے، جب یہ قافلہ مدینہ میں داخل ہوا تو ایک شور برپا ہوا، حضرت عائشہ نے یہ شور سنا تو پوچھا کہ معاملہ کیا ہے، لوگوں نے بتایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا تجارت قافلہ لوٹا ہے۔ جس

میں سات سو اونٹ غلہ آٹے اور اناج سے لدے ہوئے ہیں، تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے آنحضورﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے جنت میں داخل ہونگے۔ آپ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ ماں جی گواہ رہیئے گا کہ میں نے یہ تمام اونٹ ان کے تمام مال ومتاع سمیت خدا تعالیٰ کی راہ میں دیئے۔ اصل میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف یہ خبر آنحضورﷺ سے خود بھی سن چکے تھے، حدیث میں آتا ہے کہ آنحضورﷺ نے ایک بار آپ کو فرمایا کہ اے ابن عوف! تم اغنیاء میں سے ہو، اور تم جنت میں گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے داخل ہوگے، اس لئے اللہ تعالیٰ کو قرض دیا کرو، تمہارے قدم آزاد ہو جائیں گے۔ آپ نے پوچھا کہ میں کیا قرض دیا کروں؟ اس پر آنحضورﷺ نے ارشاد فرمایا "جبرائیل میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے کہا ہے کہ میں تمہیں کہوں کہ تم مہمانوں کی مہمان نوازی کرو، مصیبت میں لوگوں کی مدد کرو، اور مسکین کی مدد کرو"۔

تو باوجود اس کے کہ آنحضورﷺ سے آپ گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے جنت میں داخل ہونے والی بات سن چکے تھے اور آپﷺ نے اس حالت کو بدلنے کا نسخہ بھی آپ کو بتا دیا تھا، اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری زندگی اس بات پر گواہ تھی کہ آپ ہمیشہ مہمان نوازی کرتے رہے، مصیبت زدوں اور مسکینوں کی مدد کرنا آپ کا شیوہ تھا، اس کے باوجود آپ نے وہ سب مال ومتاع خدا تعالیٰ کی راہ میں اسی وقت خرچ کر دیا، یہ امر آپ کی عاجزی، خدا ترسی اور عجز وانکسار اور تواضع پر دلالت کرتا ہے کہ باوجود متمول ہونے کے اور باوجود اس کے کہ آپ آنحضورﷺ کے ارشاد کے موافق انفاق فی سبیل اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے آپ نے حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بات کا برا نہیں منایا بلکہ اسی وقت اس سب مال ومنال کو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے جنت میں اپنی مزید ترقیات اور بلندیٔ درجات کا سامان کر لیا۔

آپ کو بارہا آنحضورﷺ کی خدمت میں ہزاروں درہم ودینار راہ خدا میں خرچ کرتے ہوئے پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، جبکہ ایک غزوہ کے موقعہ پر آپ نے 500 سواروں کا خرچ ادا کیا۔

آپ غیر معمولی طور پر متمول تھے۔ اور بڑے تاجروں میں شمار ہوتے تھے، ایک بار ایک دن میں انہوں نے 30 غلاموں کو آزاد کروایا۔ ایک روز آپ امّ المؤمنین حضرت ام سلمہ کے ہاں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ماں جی ڈرتا ہوں کہ کثرت مال مجھے ہلاک نہ کر دے۔ انہوں فرمایا کہ بیٹا خدا کی راہ میں خرچ کیا کرو۔

کہا جاتا تھا کہ تمام اہل مدینہ آپ کے مال کے کسی نہ کسی طور شریک تھے، ایک تہائی آپ کے مقروض تھے، ایک تہائی کے قرض آپ اتارتے تھے جبکہ باقی ایک تہائی کی آپ مالی مدد کیا کرتے تھے۔

آنحضورﷺ کی وفات کے بعد امہات المؤمنین کا خاص طور پر بہت خیال رکھتے، ان کے لئے باغات خرید دیئے تاکہ ان کو باقاعدہ خرچ ملتا رہے۔

اس سب کے باوجود آپ کبھی بھی اسلام کے ان ابتدائی ایام کو نہیں بھولے تھے، جب مسلمان بہت کسمپرسی کی حالت میں زندگی گذارتے تھے، ایک مرتبہ آپ روزہ سے تھے، افطاری کا وقت آیا تو ان کے سامنے کھانا چنا گیا، جسے دیکھ کر فرمانے لگے کہ حضرت مصعب بن عمیر شہید ہوئے حالانکہ وہ مجھ سے بدرجہا بہتر تھے مگر جب انہیں دفن کیا جانے لگا تو جو کفن ان کو پہنایا گیا تو وہ ایسا تھا کہ اگر ان کے سر کو ڈھانپتے تو ان کے پاؤں ننگے ہو جاتے، اور اگر ان کے پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ اور فرمایا کہ حضرت حمزہ بھی ایسے ہی حالات میں شہید ہو گئے حالانکہ وہ مجھ سے بہتر تھے۔ پھر فرمایا کہ ہمارے لئے دنیا فراخ کر دی گئی، اور اس کی نعمتیں ہمیں عطا کی گئیں، کہیں یہ نہ ہو کہ ہمیں ہماری نیکیوں کا اجر اسی دنیا ہی میں مل گیا ہو۔ پھر آپ پر گریہ کی کیفیت کچھ ایسی طاری ہوئی کہ کھانا ہی نہ کھا سکے۔

ایک مرتبہ آپ شدید بیمار ہو گئے، تکلیف کی شدت کے باعث آپ بیہوش ہو گئے، آپ کے اہل خانہ نے سمجھا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں، مگر کچھ دیر بعد آپ اللہ اکبر کہتے ہوئے ہوش میں آ گئے، اہل خانہ نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا، آپ نے پوچھا کہ کیا میں بیہوش ہو گیا تھا؟ تو انہوں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے بتایا کہ ابھی میری بیہوشی کے دوران دو لوگ مجھے اپنے ساتھ لے کے جا رہے تھے جو مجھے بہت سخت گیر لگے، انہوں نے مجھے کہا کہ چلو ہم تمہیں فیصلہ کرنے کے لئے عزیز امین کے ہاں لے کے جا رہے ہیں۔ سو وہ میرے ساتھ چلے، راستہ میں ایک شخص ملا، اس نے پوچھا کہ اسے کہاں لئے جاتے ہو، ان دونوں نے بتایا کہ ہم اسے فیصلہ کرنے کے لئے عزیز امین کے ہاں لے کے جا رہے ہیں۔ تو اس شخص نے کہا کہ واپس لوٹ جاؤ کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے لئے سعادت اور مغفرت اس وقت لکھ دی جاتی ہے جب ابھی وہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتے ہیں، اس شخص سے اس کے بیٹے تب تک فائدہ حاصل کریں گے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، چنانچہ آپ اس کے بعد ایک ماہ مزید حیات رہے۔

آنحضورﷺ کو ایک مرتبہ ایک صحابیہ نے اپنے ہاتھوں سے بن کر ایک چادر تحفۃً دی، آنحضورﷺ وہ چادر پہن کر نماز پڑھانے تشریف لائے، وہ چادر آپﷺ پر بہت بھلی لگ رہی تھی، حضرت عبدالرحمٰن نے آنحضورﷺ کو وہ چادر پہنے دیکھا تو عرض کی کہ حضور یہ چادر مجھے مرحمت فرما دیجئے۔ آنحضورؐ نماز کے بعد گھر گئے، لباس تبدیل کیا اور چادر آپ کو عطا فرما دی، صحابہ کو یہ بات ناگوار گزری، ان کی ناگواری کو محسوس کر کے آپ نے ان کو بتایا کہ یہ چادر میں نے محض اس لئے لی ہے تاکہ وہ میرا کفن بنے۔ اور پھر وہ چادر واقعی میں آپ کا کفن بنی۔

حضرت عائشہؓ نے آپ کو یہ پیشکش کی کہ آپ آنحضورﷺ کے پہلو میں دفن ہونا پسند کریں گے؟ مگر آپ نے اس امر سے حیاء محسوس کی اور حضرت عثمان بن مظعون کے پہلو میں دفن ہونا پسند کیا۔ آپ 75 برس کی عمر میں 31ھ کو مدینہ میں فوت ہوئے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ نے اپنی وصیت میں لکھا کہ تمام زندہ بدری صحابہ کو فی کس 400 درہم دیئے جائیں، یہ رقم لینے والوں میں حضرت عثمانؓ بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ ایک ہزار گھوڑے بھی راہ خدا میں وقف کئے، نیز 50,000 درہم بھی بیت المال کو دیئے۔

آپ کا ترکہ اتنا زیادہ تھا کہ اس میں موجود سونے کو تقسیم کرنے کے لئے کلہاڑوں سے کاٹا گیا، جسے کاٹنے والے لوگوں کے ہاتھوں میں چنڈیاں پڑ گئیں، علاوہ ازیں ہزار اونٹ اور تین ہزار بھیڑ بکریاں آپ کے ورثہ میں شامل تھیں۔

آپ کی وفات پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم نے زمانہ کا بہترین حصہ پایا، اور مشکلات آنے سے قبل چل دیئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص جو کہ آپ کا جنازہ اٹھانے والوں میں سے تھے جنازہ اٹھاتے ہوئے فرمایا وَا جَبَلَاہ کہ اے کوہ گراں!

''اعجازالمسیح''

مسیح دوراں کا ایک قلمی معجزہ...... معاندین کے لئے ایک عبرت...... فاعتبروا یا اولی الابصار

(حافظ مشہود احمد)

جب خاکسار جامعہ احمدیہ ربوہ کے ابتدائی سالوں کا طالبِ علم تھا اور موسمِ گرما کی رخصتوں سے اپنے دیگر ہم مکتبوں کے ساتھ کراچی سے ربوہ واپس جا رہا تھا کہ ہمارے ساتھ ایک بڑی عمر کے بزرگ جو ظاہری لحاظ سے مذہبی وضع قطع کے حامل دکھائی دیتے تھے شریکِ سفر تھے۔ سفر چونکہ طویل تھا لہٰذا ہم طلباء نے مختلف علمی و مذہبی بحثیں شروع کر دیں جو رات دیر تک جاری رہیں۔ اگلی صبح جب ہماری منزل مقصود قریب آنے کو تھی تو ان بزرگ موصوف نے ہمیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ نوجوان پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہیں۔ میں رات دیر تک اپنے بستر پر آنکھیں بند کئے آپ کی گفتگو سے محظوظ ہوتا رہا ہوں۔ آپ لوگ نوجوانی کی عمر میں ہیں اور یقیناً سیر و تفریح کا شوق بھی رکھتے ہوں گے۔ میں آپ کو ایک تفریحی مقام کے بارے میں بتاتا ہوں۔ چنیوٹ شہر سے آگے دریائے چناب کے کنارے وادی عزیز ہے آپ وہاں جایا کریں۔ یہ جگہ جہاں بہترین تفریح گاہ ہے اور اس کی ایک خصوصیت اس کا ایک مزار بھی ہے جہاں جا کر آپ کو سیر و تفریح کا لطف بھی ملے گا اور علمی ترقی اور روحانی سکون بھی نصیب ہوگا۔ لیکن اس سے آگے مت جایئے گا کیونکہ اس سے آگے ربوہ شہر ہے جو قادیانی مسلک کے ماننے والوں کا مرکز ہے۔ یہ ہر پڑھے لکھے آدمی کو اپنا ہم خیال بنا کر گمراہ کر دیتے ہیں۔

پھر خود ہی مزید کہنے لگے کہ مرزا غلام احمد صاحب جو اُن کے مذہبی پیشوا تھے بڑے پائے کے عالم تھے۔ انہوں نے جہاں اپنے دلائل سے ہندوؤں اور عیسائیوں کو زیر کیا وہاں مسلمانوں میں سے کوئی بھی عالمِ دین آپ کے سامنے کھڑا نہ ہو سکا سوائے پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف کے۔ ہم میں سے ایک ساتھی نے عرض کی کہ پیر مہر علی شاہ صاحب نے کس طرح مرزا صاحب کا مقابلہ کیا؟ اس پر ان موصوف نے جواباً کہا کہ پیر صاحب اور مرزا صاحب کا آپس میں تفسیر نویسی کا مقابلہ ہوا تھا۔ مرزا صاحب کی تفسیر کا تو پتہ نہیں کہ کیسی تھی لیکن جب پیر صاحب کی باری آئی تو قلم خود بخود لکھنا شروع ہو گیا اور ایک عظیم الشان تفسیر قرآنی لکھی گئی اور معجزہ یہ ہوا کہ پیر صاحب نے تو ایک لفظ بھی خود سے نہیں لکھا لیکن غیب سے یہ سب واقعہ ہو گیا۔

اس بات کو سن کر ہماری ایمانی غیرت و حمیت نے جوش مارا اور باوجود کم علمی اور اس معاملے سے ناواقفیت کے ہم میں سے ایک ساتھی نے اعتراض کر ڈالا کہ یہ تو پھر وہ معجزہ ہے جو آنحضور ﷺ کے لئے بھی ظاہر نہیں ہوا۔ سارے کا سارا قرآنِ کریم 23 سال کے طویل عرصے میں نازل ہوا اور اس کو کتابی شکل میں بھی آنحضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ مبارک میں تدوین کیا گیا۔ آپؐ سے تو کفار یہ مطالبہ کرتے رہے کہ کیوں یہ قرآن جملةً واحدةً یعنی ایک ہی دفعہ میں نازل نہیں کیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے تو ایسا معجزہ نہیں دیکھایا کہ قلم خود بخود لکھنے لگتا۔ یہ اعتراض سُن کر ابھی یہ موصوف اپنے حواس جمع بھی نہ کر سکے تھے کہ ہمارے ایک ساتھی نے یہ مطالبہ کر دیا کہ ایسی عظیم الشان تفسیر ہے کہاں؟ وہ تفسیر جسے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہو وہ یقیناً قرآن کریم کے ہم پایہ فصاحت و بلاغت کی حامل تو ضرور ہوگی۔ از راہِ کرم ہمیں بھی یہ تفسیر ضرور دکھائیں۔

اب ان بزرگ موصوف نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا کہ باتیں تو آپ کی دل کو لگی ہیں، مَیں اس بارہ میں مزید تحقیق کروں گا۔

ہمیں یہ تو علم نہیں کہ اُن صاحب نے اس حوالہ سے کوئی تحقیق کی اور اس کا کیا نتیجہ نکلا لیکن اس کے بعد ہم نے اس بارہ میں ضرور تحقیق کی اور اِس کا خلاصہ مختصراً قارئین کے ازدیادِ علم کی غرض سے پیش ہے۔

پیر مہر علی شاہ صاحب کا تعلق گولڑہ شریف سے تھا۔ گولڑہ کا مقام پاکستان کے مشہور شہر راولپنڈی سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے جہاں پر یہ پیر صاحب موصوف سجادہ نشین تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کے بعد مسلمانوں کے کئی نامی گرامی علماء نے آپؑ سے مناظرات و مباحثات کئے اور شکستِ فاش کھا کر مبہوت ہو گئے۔

سن 1900ء کے اوائل میں پیر صاحب موصوف نے بھی حضرت مسیح ناصریؑ کے زندہ آسمان پر موجود ہونے کے دلائل ایک کتاب ''شمس الهدایہ'' میں درج کر کے شائع کر دی اور حضرت مسیح موعودؑ کو اس کتاب کا ردّ لکھنے کی دعوت دیدی۔ حضورِ پُرنورؑ چونکہ اس سے قبل متعدد بار اپنی مختلف تصانیف میں حیاتِ مسیح کے ردّ اور وفاتِ مسیح کے ثبوت میں بے شمار دلائل پیش فرما چکے تھے لہٰذا حضورِ اقدسؑ نے اس بار ایک اَور انداز میں پیر صاحب کو مقابلے کی دعوت دی اور فرمایا کہ چونکہ پیر صاحب مجھے جھوٹا خیال کرتے ہیں اس لئے بہتر ہے کہ قرآنِ کریم فرقانِ حمید کے ذریعے سے ہی صادق اور کاذب کا فرق کیا جائے۔ قرآنِ کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ لَایَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْن یعنی قرآن کریم کے حقائق و معارف صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے پاکباز اور صالح بندوں پر ہی کھولے جاتے ہیں۔ اس لئے خاکسار اور پیر صاحب لاہور میں کسی مقام پر عربی زبان میں قرآنِ کریم کی تفسیر لکھنے کا مقابلہ کر لیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا وعدہ **و یجعل لکم فرقاناً** کے تحت وہ ضرور سچے کو اپنی خاص نصرت اور تائید سے غلبہ عطا فرمائے گا۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ 40 آیاتِ کریمہ جنہیں قرعہ اندازی کے ذریعے سے منتخب کیا جائے اور اس کی تفسیر آمنے سامنے بیٹھ کر لکھی جائے۔ اور یہ بھی ضروری ہو کہ ہر دو فریقین میں سے کسی کے پاس کسی قسم کا کوئی مواد موجود نہ ہو۔ تفسیر لکھنے کے لئے 7 گھنٹوں کا وقت مختص کیا جائے جس کے بعد ہر دو تفاسیر پر 3 علمائے کرام کے دستخط بطور منصف کروائے جائیں۔ یہ تینوں منصفینِ کرام غیر جانبدار ہوں۔ یعنی نہ تو میرے سلسلے میں داخل

ہوں اور نہ ہی پیر صاحب کے معتقدین میں شامل ہوں۔ بعدازاں ہر دو مضامین جلسہ عام میں پڑھ کر سنائے جائیں اور پھر منصفین کرام اپنا فیصلہ سنائیں کہ حق کس فریق کے ساتھ ہے۔

پیر صاحب نے تفسیر نویسی کے چیلنج کو کہاں قبول کرنا تھا انہیں تو اپنی علمی لیاقت کا بخوبی علم تھا کہ تفسیری نکات اور وہ بھی عربی زبان میں لکھنا ان کے بس کی بات ہرگز نہیں تھی۔ اس مقابلہ سے بھاگنے کے لئے پیر صاحب کو ایک اور راہ سوجھی اور انہوں نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ تفسیر لکھنا موضوعِ بحث نہیں ہے۔ میرا مطالبہ تو حیات و وفاتِ مسیح کے دلائل پر مناظرہ کرنا ہے۔ پیر صاحب نے خود سے یہ مشہور کروادیا ہم نے مناظرے کے لئے مرزا صاحبؑ کی تمام شرائط مان لی ہیں اور اپنے مریدوں کے ذریعے لاہور میں خوب چرچا کروادیا کہ اگست 1900ء کے اواخر میں مرزا صاحب اور ان کے درمیان لاہور میں حیات و وفاتِ مسیح کے عنوان پر مناظرہ ہوگا۔ پیر صاحب کو بخوبی علم تھا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے 4 سال قبل عبداللہ آتھم کے ساتھ کئے گئے مناظرے کے بعد یہ اعلان فرمایا تھا کہ چونکہ تقریری بحثوں سے فوائد کم نکلتے ہیں اور مخالفین شکست کے وقت بہت فساد برپا کردیتے ہیں جس سے معاشرہ کا امن خراب ہوتا ہے لہٰذا آئندہ تقریری مناظرات نہیں کئے جائیں گے۔ اسی لئے پیر صاحب نے مناظرہ کرنے کے لئے اصرار کیا کہ اوّل تو مرزا صاحب اپنے اعلان کی وجہ سے مناظرے کے لئے آمادہ نہیں ہوں گے اور اگر آمادہ ہوگئے تو اس بات پر شور مچادیں گے کہ مرزا صاحب اپنے بیان سے انحراف کررہے ہیں۔ اور اسی شور میں مناظرے سے بچنے کی راہ اختیار کرلیں گے۔

اس دوران لاہور کی جماعت کے بعض مخلصین نے پیر صاحب سے متعدد بار رابطہ کرنے کی کوششیں کیں تا کہ انہیں باور کروائیں کہ مقابلہ تو تفسیر نویسی کا ہے نہ کہ حیات و وفاتِ مسیح کے مناظرہ کا۔ لیکن پیر صاحب نے نہ تو ان سے کوئی ملاقات کی اور نہ ہی ان کی طرف سے کوئی خط وصول کرنا قبول کیا۔

جب حضور اقدس کو اس بات کا علم ہوا تو آپؑ نے اتمامِ حجت کی خاطر فرمایا کہ اگر تقریری مناظرہ ہی مقصود ہے تو پھر اس کو باقاعدہ مناظرے کا رنگ نہ دیا جائے بلکہ یوں ہو کہ پہلے حضور اقدسؑ تین گھنٹے تک مجمعِ عام سے حیات و وفاتِ مسیح کے عنوان پر خطاب فرمائیں گے اور بعد میں پیر صاحب اس بارہ میں اتنی ہی دیر تک تقریر کر کے اپنا مؤقف پیش کریں گے۔ اس کے بعد حاضرین خود فیصلہ کرلیں گے کہ کون سچا ہے اور کون باطل عقائد پر قائم ہے۔ قبل اس کے کہ یہ بات پیر صاحب تک پہنچتی پیر صاحب سستی شہرت حاصل کر کے اپنے مریدوں کے ہمراہ واپس گولڑہ روانہ ہوگئے۔

اس سارے واقعہ پر حضور انورؑ نے پیر صاحب کو پیش کش کی کہ اگر پیر صاحب واقعی اس طریقہ کار پر آمادہ ہیں تو حضورؑ اپنے ذاتی خرچ سے پیر صاحب اور ان کے چند ایک مریدوں کا لاہور تک کے سفری اخراجات بھی برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن پیر صاحب نے خاموش رہنے ہی میں عافیت جانی اور حضور کی اس دعوت کا کوئی جواب نہ دیا۔

پیر صاحب موصوف کے اس ردّعمل پر حضرت مسیح پاکؑ نے ایک اور بار اتمامِ حجت کی غرض سے اشتہار شائع فرمایا کہ اگر پیر صاحب کسی مصلحت کے تحت تقریری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ سب سے پہلے آنے والے کو پہلا لکھتے ہیں اور پہلے آنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اونٹ کی قربانی کرے۔ پھر بعد میں آنے والا اس کی طرح ہے جو گائے کی قربانی کرے، پھر مینڈھا یعنی بھیڑ بکرا، پھر مرغی اور پھر انڈے کی قربانی کرنے والے کی طرح، پھر جب امام منبر پر آجاتا ہے تو وہ اپنے رجسٹر بند کرلیتے ہیں اور ذکر کو سننا شروع کردیتے ہیں۔

(بخاری کتاب الجمعة باب الاستماع الی الخطبة یوم الجمعة)

دلائل دینے یا تفسیر نویسی کے مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں تو اس طریق سے فیصلہ کرلیا جائے کہ ہر دو فریق 70 دنوں کے اندر اندر سورۃ الفاتحہ کی عربی زبان میں تفسیر لکھ کر شائع کردیں اور جو حقائق و معارف بھی بیان کئے جائیں وہ کسی پہلی تفسیر کی نقل یا سرقہ نہ ہو بلکہ اپنے ذاتی دلائل اور نکاتِ لطیفہ سے مزین ہو۔ بعدازاں یہ دونوں تفاسیر 3 غیر جانبدار اہلِ علم حضرات کی خدمت میں پیش کی جائیں اور وہ فیصلہ فرمائیں کہ کس کی تفسیر خدائی تائید و نصرت کی حامل ہے اور کون دیدہ و دانستہ حق کا خون کررہا ہے۔

حسبِ وعدہ حضور پُر نورؑ نے 20 فروری 1901ء کو 200 صفحات پر مشتمل سورۃ الفاتحہ کی نہایت لطیف تفسیر عربی زبان میں تحریر فرما کر یہ ثابت کردیا کہ خدائی تائیدات آپ کے شاملِ حال ہیں جبکہ حسبِ سابق پیر صاحب کی طرف سے اس بار بھی سوائے ندامت کے اور کچھ سامنے نہ آسکا۔ اور قرآنی بیان کہ باطل کے مقدر میں صرف شکست کی ذلّت کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے صادق آیا۔ جآء الحقُّ و زھق الباطل انَّ الباطلَ کان زھوقاً۔

خدا تعالیٰ کے خاص منشاء کے تحت اس عظیم الشان تفسیر کا نام ''اعجاز المسیح'' رکھا گیا۔ حضورِ اقدسؑ نے اس کتاب کے پہلے صفحے پر تحدّی کے ساتھ یہ عبارت تحریر فرمائی: فإنَّهٗ کتابٌ لَیْسَ لَهٗ جَوَابٌ فَمَنْ قَامَ لِلْجَوَابِ وَ تَنَمَّرَ فَسَوْفَ یَرٰی اَنَّهٗ تَنَدَّمَ وَ تَذَمَّرَ یعنی ''یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ کوئی شخص اس کا جواب لکھنے پر قادر نہیں ہو سکے گا اور جس شخص نے بھی اس کا جواب لکھنے پر کمر باندھی اور تیاری شروع کی وہ ضرور سخت ندامت اور ذلّت اُٹھائے گا۔''

نیز آپؑ نے اس کتاب کے صفحہ نمبر 66 اور 67 پر اپنی ایک دُعا اور اس پر خدائی بشارت کا ذکر بھی تحریر فرمایا ہے جس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے:

''میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دُعا کی کہ اس کتاب (اعجاز المسیح) کو علماء کے لئے معجزہ بنادے۔ اور یہ کہ کوئی ادیب اس کی مثل نہ لاسکے اور انہیں اس کے لکھنے کی توفیق ہی نہ مل سکے اور میری دُعا اُسی رات خدا تعالیٰ کی جناب میں قبول ہوگئی اور میں نے ایک مبشر خواب دیکھی اور میرے ربّ نے مجھے یہ بشارت دی اور فرمایا کہ مَنَعَهٗ مَانِعٌ مِّنَ السَّمَآءِ یعنی جو بھی مدّ مقابل پر آئے گا اس کو آسمانی روکوں کیساتھ روک دیا جائے گا۔ تو میں سمجھ گیا کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مخالف اس کی نظیر نہیں لاسکیں گے اور نہ ہی اس جیسی بلاغت اور فصاحت یا حقائق و

باقی صفحہ 14 پر ملاحظہ فرمائیں

خالد احمدیت

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری مرحوم

(محمد رفاقت احمد. اسلام آباد. پاکستان)

حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری مرحوم ومغفور کو فن مناظرہ میں کمال حاصل تھا۔ مخالف کو مؤثر دلائل کے ساتھ مسکت کر دیتے۔ ایک تحریری مناظرہ المعروف ''مباحثہ راولپنڈی''، جماعت احمدیہ راولپنڈی اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی (غیر مبائعین) کے مابین جون 1937ء میں ایک ہال واقعہ کالج روڈ راولپنڈی میں ہوا۔ اس کی تقریب یوں ہوئی کہ مکرم خواجہ محمد عنایت اللہ صاحب مرحوم اور ان کے دوسرے بھائی جناب محمد عبداللہ صاحب (غیر مبائع مبلغ) کے درمیان اختلافی مضامین پر سالہا سال سے بحث ومباحثہ ہوتا رہا تو دونوں جماعتوں نے اتفاق کیا کہ ایک بھرپور مناظرہ ہو جس میں فریقین اپنے اہل علم اور باوقار علماء کو بلائیں تا کہ تحقیق کے لئے اچھی صورت پیدا ہو۔

جماعت احمدیہ (مبائعین) کی طرف سے حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری مرحوم مناظر اور چار علماء آپ کے معاون مقرر ہوئے۔ جماعت غیر مبائعین کی طرف سے مولانا سید اختر حسین صاحب گیلانی فاضل نے پیش گوئی مصلح موعود، خلافت اور انجمن ۔مسئلہ کفر واسلام کے عناوین پر مناظرہ کیا۔ جبکہ مضمون نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مناظرہ ان کے دوسرے مبلغ مولوی عمر الدین صاحب شملوی نے کیا۔ مبحث وشرائط مناظرہ مکرم خواجہ عنایت اللہ صاحب مرحوم سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ راولپنڈی اور جناب مرزا غلام ربانی صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی نے طے کیں۔ یہ مناظرہ پڑھنے کے لائق ہے۔ اس میں حضرت مولانا ابو العطاء صاحب مرحوم نے فریق مخالف پر نہایت سلجھے ہوئے انداز میں حجت تمام کر دی ہے۔ اس مباحثہ میں پہلی مرتبہ مولوی کرم دین صاحب بھیں والے مقدمہ گورداسپور میں مولانا محمد علی صاحب مرحوم اور جناب خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر مرحوم کے بیانات بطور وکیل اور گواہ نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق غیر مبائعین کے سامنے پیش ہوئے۔ خدا تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت اس مقدمہ کی مسل کافی عرصہ عدالت گورداسپور میں محفوظ رہی۔ جماعت کے پاس اس اہم بیانات کی مصدقہ نقول تو پہلے ہی موجود تھیں پھر بھی حضرت مولانا ابو العطاء صاحب نے متعلقہ عدالت کے دفتر میں 6/جولائی 1942ء کو جا کر اس کا حسب ضابطہ معائنہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مسل سے مزید قیمتی حوالہ جات حاصل کئے۔ یہ حوالہ جات حضرت مولوی صاحب نے ماہنامہ فرقان قادیان کے عدالتی بیان نمبر جولائی 1942ء میں شائع کر کے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دئے۔ ان سے اس نزاع کا قطعی فیصلہ ہو سکتا ہے۔

مشہور دیوبندی عالم حافظ ریاض احمد صاحب اشرفی خطیب جامعہ مسجد گوالمنڈی راولپنڈی کبھی کبھی احمدی مربیان سے ملاقات کے لئے مسجد بیت الحمد مری روڈ راولپنڈی تشریف لاتے تھے۔ ایک مرتبہ 1970ء میں آئے تو حضرت مولانا ابو العطاء صاحب بھی وہاں موجود تھے۔ علیک سلیک کے بعد مکرم میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن صاحب مغل مرحوم ابن حضرت میاں عبدالعزیز صاحب مغلؓ (یکے از 313) نے حضرت مولانا صاحب سے عرض کیا کہ حافظ اشرفی صاحب یہ سوال بڑا دہراتے ہیں کہ آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَ قَاوِيْلِ میں مقدم، تالی، جزئی اور جزوکلی کا نتیجہ مرزا صاحب پر چسپاں کریں تو ان کے حق میں نہیں نکلتا۔ حضرت مولانا ابو العطاء صاحب نے فرمایا حافظ صاحب آپ عربی زبان جاننے والے لگتے ہیں تو اپنے اس سوال کا جواب یوں سمجھیں و لکنّا لم ناخذ منه باليمين فثبت انّهٗ لم يتقوّل علينا. جناب حافظ صاحب آپ کا منہ تکتے رہ گئے۔ گفتگو کے بعد ہم نے حضرت مولوی صاحب سے پوچھا کہ اس منطقی جملہ میں سوال اور آپ کے عربی میں جواب کا مطلب ہمیں سمجھا دیں تا دعوت الی اللہ میں کام دے سکے تو از راہ شفقت آپ نے سوال وجواب کی تفصیل سمجھائی۔

مکرم ڈاکٹر بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) سید ضیاء الحسن صاحب مرحوم آخری سالوں میں ویسٹریج راولپنڈی میں رہائش پذیر تھے۔ بڑے نفیس انسان تھے۔ خلافت سے وابستگی اور خدمتِ دین کا جذبہ رکھتے تھے۔ مرکز سے کوئی بزرگ تشریف لائیں تو کوشش کرتے کہ ان کے ہاں قیام کریں۔ ایک دفعہ انہوں نے خاکسار اور مکرم ملک محمد شریف صاحب مرحوم (سابق سیکرٹری اصلاح وارشاد راولپنڈی) کو فون کیا کہ حضرت مولانا ابو العطاء صاحب کا قیام ایک آدھ دن میرے گھر پر ہے۔ زیر دعوت اور دلچسپی رکھنے والے دوستوں کو لے کر عصر کے بعد چائے پر آجائیں۔ موقع کو غنیمت جانتے ہوئے چند دوستوں کو لے کر حاضر ہوئے۔ ایک غیر از جماعت مولوی صاحب نے اپنی طرف سے بڑا مشکل سوال پیش کیا کہ آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النسا:60) میں جناب مرزا صاحب کو کس کھاتہ (Category) میں رکھیں گے؟ مولانا مرحوم نے جو جواب دیا وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے فرمایا: قرآن کریم میں ہے فَقُوْلَا اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الشعرا :17) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دو رسول فرعون کے دربار میں جاتے ہیں مگر لفظ رسولا (تثنیہ) کے بجائے رسول (واحد مذکر) استعمال کرتے ہیں کہ ہم دونوں ربّ العالمین کی جانب سے تمہاری طرف پیغام دینے کے لئے ایک رسول ہو کر آئے ہیں اور مولانا صاحب نے جب امام فخر الدین رازیؒ کا تفسیر کبیر سے اس آیت کی تفسیر میں حوالہ دیا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی نبوت رسالت موسویؑ میں ضم تھی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام مطاع نبی اور حضرت ہارون علیہ السلام مطیع رسول تھے تو سائل کی طبیعت صاف ہوگئی اور مجبور ہو گئے کہ اس کی مزید وضاحت طلب کریں تو مولانا مرحوم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ حوالہ سنایا ''بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی معہ نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کونسا الگ انسان ہوا۔ جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا'' (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ 11)۔

ایک اور صاحب نے علمی سوال پیش کیا اور کڑی شرط رکھی کہ مولانا صاحب

امکان نبوت پر وہ آیات قرآنی پیش کریں جن کو جناب مرزا صاحب نے بھی پیش کیا ہو۔ حضرت مولوی صاحب نے دو آیات پیش کیں۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ (سورہ جمعہ :4.3) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتیں ثابت کیں اور تقدیر آیت یوں بیان کی هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ویبعث فِی آخرین رسولًا منهم۔ دوسری آیت یہ پیش فرمائی وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ (نساء:71) آپ نے مِنْ کی تفسیر بیانیہ اور بعضیہ دونوں طریق سے بیان کی کہ یہ درجات صرف قیامت سے مخصوص نہیں کیونکہ یہ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ جملہ اسمیہ ہیں۔ نہ کہ فعلیہ۔ پھر قیامت کے روز مسلمانوں کو انبیاء سابقین کی معیت حاصل نہیں ہوسکتی کیونکہ یوم ندعوا کلَّ اناسٍ با مامهم۔ علاوہ ازیں لغت عرب میں مع کے چار مفہوم ہیں۔ معیت مکانی، زمانی اور متضائفین اور معیت فی الدرجہ۔ مکانی اور زمانی معیت سے مراد نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ پہلے انبیاء وفات پاچکے ہیں اور ان کی شریعتیں اب منسوخ ہوچکی ہیں۔ متضائفین اس لئے محال ہے کہ مسلمان پہلے انبیاء کی امت نہیں۔ لہٰذا آیت میں سوفیصدی معیت فی الدرجہ والرتبہ مراد ہے۔

اگر امت میں امتی نبی نہیں ہوسکتا بلکہ صرف قیامت کے دن ساتھ ہونا مراد لیا جائے تو النّبیین کے ساتھ الصدیقین، الشہداء اور الصالحین کا ذکر بھی ہے۔ تو کیا امت محمدیہ ان انعامات سے بھی محروم ہوگی! ایسے معنی اللہ تعالیٰ کے منشاء کے خلاف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بزرگ کے منافی ہیں۔

اسی طرح حضرت مولوی صاحب نے سائل کو خاتَم کی تفسیر خاتِم سے کرنے پر فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتَم تلاوت فرمایا اور کسی صحابیؓ سے قراءت بالکسر ثابت نہیں۔ بلکہ حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ جب حسنینؓ کو خاتِم پڑھانے لگے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے منع فرمایا کہ خاتَم پڑھایا جائے۔ جب کسی صحابیؓ سے قراءت بالکسر ثابت نہیں تو چند مفسرین کے لکھنے سے متواترہ کس طرح ہوگئی؟

پروفیسر بشیر احمد صاحب معاندین میں سے ہیں انہوں نے 1994ء میں ہمارے خلاف ایک کتاب لکھی: "The Ahmadiyya Movement, British-Jewish Connections"۔ اس کا مقدمہ ڈاکٹر محمود احمد غازی سابق وزیر مذہبی امور نے لکھا اور بقول مصنف اس کتاب کے سلسلہ میں پروفیسر ظفر اللہ بیگ صاحب نے بھی تعاون کیا۔ اس کتاب میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کا جواب جماعت کی طرف سے بارہا نہ دیا گیا ہو۔ پروفیسر صاحب نے انہی گھسے پٹے اعتراضات کو انگریزی زبان کا جامہ پہنا دیا ہے۔ وہ میرے استاد بھی رہے ہیں۔ ایک بار انہوں نے خاکسار سے کہا کہ کچھ سوالات ہیں اگر مولانا ابوالعطاء صاحب راولپنڈی آئیں تو میری ان سے ضرور ملاقات کروائیں۔ اتفاقاً حضرت مولوی صاحب مرحوم اور مکرم شیخ مبارک احمد صاحب مرحوم فروری 1971ء میں راولپنڈی تشریف لائے۔ خاکسار نے پروفیسر صاحب کے لئے وقت لئے لیا۔ حضرت مولوی صاحب بعد نماز عصر ایک جماعتی میٹنگ میں مصروف تھے۔ مکرم شیخ صاحب نیچے بیت الحمد ہال میں موجود تھے۔ پروفیسر صاحب نے اُن سے پوچھا کہ جماعت احمدیہ کے بقول ان کی غیر سیاسی پالیسی ہے تو الیکشن 1970ء میں بھر پور حصہ کیوں لیا؟ مکرم شیخ صاحب نے جواباً فرمایا کہ حکومت کی جانب سے ووٹ دینا ہر شہری کا حق تھا وہ حق استعمال کیا گیا اس میں کوئی سیاست نہیں۔ نیز فرمایا کہ جماعت احمدیہ نے صحت مندانہ تنقید (Healthy Criticism) کا ہمیشہ خیر مقدم کیا ہے کچھ دیر بعد حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب تشریف لے آئے۔ سلام و تعارف کے بعد گفتگو کا سلسلہ چل پڑا۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب نے شیخ صاحب کو کہا آپ آغاز کریں لیکن مکرم شیخ صاحب نے ازراہ ادب کہا کہ مولانا صاحب آپ کی موجودگی میں خاکسار کا جواب دینا مناسب نہیں۔ بہر حال پروفیسر صاحب نے سوال کیا کہ ہر نبی صاحبِ کتاب و شریعت ہوتا ہے اور بغیر کسی پیغام کے پیغامبر نہیں کہلا سکتا۔ مولانا صاحب نے فرمایا پیغام تو ہر نبی لاتا ہے اور پیغام دو طرح کا ہے تشریعی اور غیر تشریعی۔ اس کے ثبوت کے لئے آپ نے سورہ المائدہ کی آیت نمبر 45 پیش کی: انّا انزلنا التورٰة فيها هدًی وّ نور کہ تورات کے بیان اور خدمت کے لیے بنی اسرائیل میں صدہا غیر تشریعی نبی مبعوث ہوئے۔ پروفیسر صاحب نے انوکھا سوال کر دیا کہ تورات حضرت موسیٰؑ کی کتاب ہی نہیں بلکہ یہ مجموعہ کتب انبیاء بنی اسرائیل کا نام ہے۔ مولانا صاحب نے جب محسوس کیا کہ یہ سوال برائے سوال کر رہے ہیں تو مناظرانہ طریق پر آڑے ہاتھوں لیا۔ فرمایا کہ قرآن مجید، احادیث نبویہ، کتب تفاسیر وفقہ اور تاریخ نیز یہود و نصاریٰ (جن کا توریت سے واسطہ ہے) کی کتب میں کہیں بھی یہ درج نہیں کہ توریت مجموعہ کتب انبیاء بنی اسرائیل ہے تو کیا یہ عقدہ صرف آپ پر یا جناب پرویز صاحب پر کھلا ہے؟ اس کے بعد پروفیسر صاحب مزید کوئی سوال نہ کر سکے۔

مکرم خواجہ عنایت اللہ صاحب مرحوم نے خاکسار کو بتایا کہ ایک دفعہ مولانا ابوالعطاء صاحب سے شیعہ عالم مولانا سید امیر حسین صاحب بخاری آف سیالکوٹ کی ملاقات ان کے گھر میں ہوئی اور مسئلہ ختم نبوت پر گفتگو ہوئی۔ حضرت مولوی صاحب نے شیعی حوالہ پیش کیا کہ حضرت امام ابوجعفرؒ نے فرمایا فکیف یُقِرُّون فی آل ابراھیمؑ و یُنکرونہٗ فی آل محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم. بخاری صاحب نے بے جا تاویلات سے کام لیا اور قواعد عربیہ کے خلاف مفہوم نکالنا چاہا تو مولانا صاحب نے فرمایا: بخاری صاحب! آپ اپنے کسی عربی دان عالم کو اگلی دفعہ ساتھ لائیں تا کہ سیر حاصل گفتگو ہوسکے۔

حضرت مولوی صاحب نے اپنے ایک خط محررہ 8/اپریل 1972ء میں خاکسار کے چار اہم سوالوں کے مختصر لیکن جامع جوابات دیئے۔ رقم فرمایا:

کلام الامام. امام الکلام

☆ نماز ہی وہ شے ہے جس سے سب مشکلات آسان ہوجاتی ہیں اور سب بلائیں دُور ہوتی ہیں۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 402)

☆ اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور قلب سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ (کشتی نوح)

☆ نماز ساری ترقیوں کی جڑ اور زینہ ہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 605)

''.....گرامی نامہ موصول ہوا۔ جواباً گزارش ہے کہ

1۔ خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب کے دعویٰ کی معین تاریخ تو مجھے معلوم نہیں غالباً تین چار سال سے زیادہ عرصہ ہوا ہے انہوں نے خاتم النبین ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ ان کی ناکامی ان کے دماغی عارضہ پر واضح دلیل ہے۔

2۔ تورات حضرت موسیٰ کی کتاب کا نام ہے انبیاء بنی اسرائیل کے صحیفوں کا نام نہیں۔ قرآن مجید سے بھی ثابت ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''شھادۃ القرآن'' میں بھی یہی صراحت فرمائی ہے۔

3۔ حضرت امام حسنؓ نے حدیث کی پیشگوئی الخلافة ثلاثون سنة نیز حدیث نبوی ان ابنی هذا سیصلح بین الطائفتین من المسلمین کے پیش نظر اس وقت کے خلافتِ راشدہ کے دَور کو ختم سمجھتے ہوئے دستبرداری اختیار فرمائی تھی۔ واللہ اعلم باالصواب

4۔ حضرت مسیحؑ نے آتانی الکتاب (سورۃ مریم) کہہ کر تورات کے حقیقی فہم کے اللہ تعالیٰ کی طرف دیئے جانے کا اعلان فرمایا ہے۔ لفظ ایتاء الکتاب قرآن مجید میں دوطرح سے استعمال ہوا ہے (i) نئی کتاب کے دیئے جانے کے معنوں میں (ii) سابقہ کتاب کی صحیح تفہیم عطا کئے جانے کے معنوں میں۔ حضرت مسیح کے قول میں دوسرے معنے مراد ہیں۔'' (ماہنامہ ''الفرقان'' ربوہ مئی 1972ء)

حضرت مولانا صاحب کو اردو عربی فارسی اور علوم اسلامیہ پر دسترس رکھنے کی وجہ سے نیز احمدیت کی برکت سے علم تفسیر میں بھی کمال حاصل تھا آپ نے ماہنامہ الفرقان ربوہ میں قرآن مجید کا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ مختصر اور جامع تفسیر کا سلسلہ اقساط وار شروع کیا جو قارئین کے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔

سیارہ ڈائجسٹ لاہور نے قرآن نمبر حصہ دوم کے صفحہ 397 تا 440 تک قرآن کریم کے اردو تراجم اور مفسرین کے نام شائع کیے ہیں۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کا ذکر نمبر 6 پر درج ہے۔

اسی طرح شیعہ عالم جناب مولانا سید حسین عارف نقوی صاحب نے اپنے مقالہ ''قرآنیات پر........کام'' میں حضرت مولوی ابوالعطاء صاحب کا ذکر بطور مفسر قرآن بیان کیا ہے۔ (ماہنامہ پیام اسلام آباد اکتوبر 2008 صفحہ 38 تا 57)

حضرت مولوی صاحب ایک اچھے مدیر بھی تھے آپ کے رسالہ الفرقان میں تحقیقی اور علمی مضامین کے علاوہ قرآنی آیات کی تفسیر حالات حاضرہ پر تبصرہ شذرات اور سوالات کے جوابات کا سلسلہ جاری رہا۔ ہر ماہ رسالہ کی آمد کا لوگ انتظار کرتے۔ اس رسالہ کے قارئین میں غیر احمدی بلکہ غیر مسلم پڑھے لکھے لوگ بھی شامل تھے اور تعریف کئے بغیر رہ نہ سکتے۔ غیر از جماعت علماء بھی اپنے مختلف مسائل کے حل کے لئے آپ سے رجوع کرتے۔ رسالہ الفرقان کے متعدد شماروں میں اُن علماء کے مختلف سوالات کے جوابات شائع کیے جاتے رہے ہیں۔

ایک کالم نگار جناب عبداللہ طارق سہیل صاحب نے لکھا کہ ''علمائے اسلام سے معذرت کے ساتھ، قادیانی عالم عطاء جالندھری ایک رسالہ نکالتے تھے جب تک وہ چھپتا رہا، مطالعے میں رہا، نام تھا ''الفرقان''۔ کمپیریٹو ریلجنز (Comparative Religions) کے موضوع پر یہ ایک رسالہ تھا جس میں مسیحیت کے اعتراضات کا مہذب اور علمی انداز میں جواب دیا جاتا تھا۔ سارا رسالہ علمی محنت کی گواہی دیتا تھا''۔

(روزنامہ ایکسپریس 24 مارچ 2011) (بحوالہ ماہنامہ انصاراللہ ربوہ جون 2011 صفحہ نمبر 36)

1977ء میں خدام الاحمدیہ ضلع راولپنڈی کے سالانہ اجتماع کے موقع پر حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب تشریف لائے تو ایک مجلس میں خاکسار نے عرض کیا کہ رسالہ ''الفرقان'' ایک علمی رسالہ تھا اسے حضرت مولوی صاحب کی وفات کے بعد بھی جاری رہنا چاہئے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ رسالہ جاری کرنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ یہ تو مولانا صاحب مرحوم کی ہی ہمت تھی کہ مرکزی فرائض کے ساتھ ساتھ یہ تحقیقی و علمی رسالہ بڑی شان سے نکالتے رہے۔ بہرحال اس کے بدل کے طور پر اَور جماعتی رسائل ہیں۔

رسالہ الفرقان کے ذریعہ حضرت مولوی صاحب جماعتی نمائندگی کا خوب حق ادا کرتے۔ جب کسی معاند نے جماعت پر الزامات لگائے تو آپ نے فوراً نوٹس لیا اور احمدیت کا بھرپور دفاع کیا۔

حضرت مولانا صاحب کو جماعت کے اہم نمائندہ وفود میں شمولیت کی توفیق ملتی رہی۔ 1964ء میں احراری مولویوں کی غلط رپوٹنگ کی وجہ سے حکومت مغربی پاکستان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کتابچہ ''ایک غلطی کا ازالہ'' ضبط کرلیا کہ اس کے صفحہ نمبر 11 حاشیہ کی عبارت سے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی توہین نکلتی ہے۔ دنیا بھر کے احمدیوں میں بے چینی اور اضطراب کی لہر کا دوڑنا ایک قدرتی امر تھا بہرحال جماعت نے بڑے صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا۔ مورخہ 28 جولائی 1964ء کو جماعت کا ایک وفد زیر قیادت حضرت مرزا عبدالحق صاحب، گورنر مغربی پاکستان جناب ملک امیر محمد خان صاحب کو ملا۔ اس وفد کی منظوری سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے عطا فرمائی تھی اس وفد کے نوممبران میں حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب مرحوم شامل تھے۔ وفد نے محترم گورنر صاحب کو بتایا کہ اس حوالہ کی تشریح خود حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے براہین احمدیہ میں کردی ہوئی ہے جو پڑھ کر سنائی گئی۔ جناب گورنر صاحب نے اس پر اطمینان کرتے ہوئے یہ ہدایت کی کہ اس تشریح کو ''ایک غلطی کا ازالہ'' کتابچہ میں متعلقہ صفحہ پر بطور فٹ نوٹ شامل کردیا جائے۔ اس کے بعد حکومت نے ضبطی کا فیصلہ واپس لے لیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے حضرت مولوی صاحب کو ایک مباحثہ کے لئے سند نیابت کا اعزاز حاصل ہوا۔ اس کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی جانب سے بھی حضرت مولوی صاحب کو سند وکالت حاصل ہوئی۔ اس کی تفصیل خاکسار نے بزرگوں سے کچھ یوں سنی کہ 24 اگست 1974ء کو قومی اسمبلی (پاکستان) کی خصوصی کمیٹی کی کارروائی میں اعتراض ''تحریف فی القرآن'' زیر بحث تھا حضورؒ نے کمیٹی کے چیئرمین صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اگر مجھے بھی اجازت ہو تو بعض سوالوں کا جواب میرے delegation (وفد) کے ایک صاحب مولانا ابوالعطاء صاحب دے سکیں (کیونکہ مخالف فریق کی جانب سے سوالات و جوابات کے لئے مولانا ظفر احمد صاحب انصاری مقرر ہوئے ہیں) اور یہ کہ میں ذمہ داری لے رہا ہوں۔ پہلے تو یہ کہا گیا:

we do not have any objection anybody you like sir

مگر بعد میں یہ کہہ دیا گیا کہ ابوالعطاء صاحب بول سکتے ہیں لیکن میں یہی کہوں گا کہ

اگر آپ خود جواب دیں گے (یعنی حضرت خلیفۃ الثالثؒ) تو اس میں اتھارٹی بھی better ہوگی اور اس پر weight بھی زیادہ ہوگا۔

اس پر حضورؒ نے مائیک حضرت مولوی صاحب سے لے لیا اور خود جواب دینا شروع فرمادیا اور اللہ تعالیٰ کی تائید پہلے دنوں سے بھی زیادہ شان سے ظاہر ہوئی۔ مخالفین نے شائد یہ سمجھا کہ حضرت صاحبؒ عربی عبارتوں کے جواب نہ دے سکیں گے اور ہمارا پلہ بھاری ہو جائے گا۔

غیر احمدی علماء بھی حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کے علم و دانش کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بعض آپ کی تعظیم و احترام میں کھڑے ہو جاتے حافظ ریاض احمد صاحب اشرفی نے کہا تھا ابوالعطاء صاحب بلاشبہ علوم اسلامیہ پر دسترس رکھتے ہیں غیر مبائع مبلغ جناب حافظ شیر محمد صاحب خوشابی سے خاکسار نے کئی بار سنا کہ مولوی ابوالعطاء صاحب بڑی سلجھی ہوئی شخصیت کے مالک ہیں۔ غیر مبائع مناظر جناب سید اختر حسین صاحب گیلانی نے کہا کہ مولوی ابوالعطاء صاحب قادیانی جماعت میں عربی فارسی نیز صرف نحو اور منطق کے بہت بڑے فاضل ہیں۔ شیعہ عالم جناب سید امیر حسین صاحب بخاری آف سیالکوٹ آپ کے علم و عربی دانی کے بڑے مداح تھے۔ ایک احراری مولوی حافظ محمد مشتاق صاحب سے خاکسار نے سنا کہ مولوی اللہ دتہ صاحب کو برصغیر میں مختلف مناظروں میں ایک اچھا مناظر پایا۔ ایک اور احراری مناظر مولوی حیات محمد صاحب بھی قائل تھے کہ مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری بہت بڑے عالم فاضل ہیں عرب ممالک میں بھی رہے ہیں اور عربی زبان کے ماہر ہیں۔ (الفضل ربوہ مورخہ 23 اکتوبر 2000ء)

جناب شورش کاشمیری صاحب نے ایک مرتبہ لکھا "مشہور قادیانی فاضل جناب ابوالعطاء جالندھری مدیر ماہنامہ الفرقان۔ (چٹان لاہور 9 جون 1973ء)

حضرت مولوی صاحب بڑے دعا گو بزرگ تھے خدام انصار اطفال ولجنہ کی تعلیم و تربیت کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ آپ خلافت احمدیہ سے پختہ وابستگی رکھتے تھے اور نظام جماعت کی کامل اطاعت کی تصویر تھے۔ نومبر 1974ء میں حضرت مولوی صاحب ایک وفد کے ساتھ راولپنڈی تشریف لائے۔ امیر وفد حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ تھے۔ نماز مغرب کا وقت ہوا تو کسی صاحب نے حضرت مولوی صاحب سے عرض کیا کہ نماز پڑھا دیں۔ فرمایا: امیر وفد آرہے ہیں جس کو اجازت دیں گے وہ نماز پڑھائے گا۔

ایک بار تربیلا سے آئے ہوئے ایک احمدی نوجوان طالب علم نے آپ سے کہا کہ اُن کے ٹیچر نے کہا ہے کہ جا کر اپنے خلیفہ صاحب سے اس سوال کا جواب لانا کہ "انبیاء سابقین کا ذکر قرآن کریم میں صیغۂ ماضی کے ساتھ کیا گیا ہے لہٰذا کسی مزید امتی نبی کے آنے کا کیا جواز ہے"؟ حضرت مولانا صاحب نے اس نوجوان کو کہا کہ ایسے سوالوں کے جوابات کے لئے حضرت صاحب کے خادم حاضر ہیں اور اپنے استاد صاحب کو کہنا کہ کیا انبیاء سابقین کا ذکر قرآن کریم میں بصیغۂ استقبال کیا جاتا؟۔

حضرت مولوی صاحب ایک دفعہ گاڑی میں سفر کر رہے تھے۔ بعض خدام جسم دبا رہے تھے۔ کسی نے پوچھا آپ کس سلسلہ کے پیر ہیں؟ فرمایا: یہ عاجز تو ربوہ والے مرشد کا ایک ادنیٰ خادم ہے۔

☆……☆……☆……☆……☆……☆……

بقیہ از صفحہ 10: "اعجاز المسیح"

معارف کا نمونہ دکھا سکیں گے اور یہ بشارت مجھے رمضان المبارک کے آخری عشرے میں ملی تھی۔"

چنانچہ خدائی وعدے کے موافق پیر صاحب موصوف کو اس بار بھی شکست کی ذلّت اُٹھانی پڑی۔ ہاں البتہ پیر صاحب نے اپنی اس ندامت کو کم کرنے کے لئے یہ حربہ اختیار کیا کہ ایک کتاب "سیفِ چشتیائی" تحریر کی جس میں یہ الزام لگایا کہ حضورِ اقدسؑ نے اس کتاب میں دو چار فقرات مقاماتِ حریری سے نقل کئے ہیں اور وحی کے متعلق حضورؑ کے بیان فرمودہ معارف کے خلاف چند ایک باتیں اعتراض کے رنگ میں لکھ کر صفحات کو کالا کیا گیا تھا۔ تعجب کی بات ہے کہ عربی زبان میں لکھی گئی اس 200 صفحات پر مشتمل کتاب جس میں ہزاروں سطور فصاحت و بلاغت اور حقائق و معارف کا شاہکار تھیں اگر اس میں دو چار فقرات مقاماتِ حریری سے بطور توارُد درج بھی کر دیئے گئے تھے تو اس میں کیا قباحت تھی۔ بہرحال حضورِ اقدسؑ نے ان تمام اعتراضات کا کافی و شافی جواب اپنی تحریر "نزول المسیح" میں درج فرما کر پیر صاحب کو ایک بار پھر مبہوت کر دیا اور اس پر اس سلطان القلم نے حیات و وفاتِ مسیح کے دلائل بھی درج فرما کر بھی اتمامِ حجت فرما دی۔

ایک اور نشان جو قابلِ ذکر ہے وہ یہ ہے کہ پیر صاحب نے تو اپنی کتاب "سیفِ چشتیائی" میں حضرت مسیح موعودؑ پر یہ الزام لگایا تھا کہ (معاذ اللہ) آپؑ نے اپنی کتاب "اعجاز المسیح" میں مقاماتِ حریری کے دو چار فقرات سرقہ کئے ہیں لیکن بعد میں یہ ثابت ہوا کہ پیر صاحب کی تو ساری کی ساری کتاب خود چوری کی تھی۔ دراصل ہوا یہ کہ پیر صاحب کے ایک مرید مولوی محمد حسن سکنہ بھیں ضلع جہلم نے حضورؑ کی کتاب "اعجاز المسیح" کا ایک نسخہ خرید کر اس پر چند اعتراضات نوٹ کئے تھے لیکن قبل اس کے کہ وہ ان اعتراضات کو لکھ کر کتابی شکل میں شائع کرتا وہ اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا۔ اور پیر صاحب نے اس کے تمام نوٹس اور اعتراضات لکھ کر اپنے نام سے شائع کروا دیئے۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ مولوی محمد حسن کے بیٹے نے یہ کتاب جس پر اعتراضات اور نوٹس درج تھے حضورؑ کے ایک دوست کو 6 روپے کے عوض فروخت کر دی جو بعد میں حضورؑ تک پہنچ گئی۔ اور ہمیشہ کے لئے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی اس چوری کے خلاف گواہ بن گئی۔

تعجب ہے کہ کس طرح لوگ شرارت کی غرض سے مشہور کر دیتے ہیں کہ پیر صاحب کے لئے غیب سے قلم خود بخود لکھنا شروع ہو گیا تھا لیکن کبھی کسی کو اس بات کی طرف توجہ پیدا نہیں ہوئی کہ دیکھیں تو سہی کہ وہ کتاب اور عظیم الشان تفسیر ہے کہاں؟ حضرت مسیح موعودؑ کی لکھی ہوئی تفسیر "اعجاز المسیح" آج بھی پیر مہر علی شاہ اور ان کے ہم قماش لوگوں کو کھلم کھلا للکار رہی ہے کہ اگر کوئی ہے تو آئے اور اس کتاب کے مقابل پر کوئی مثل پیش کرے۔ "اعجاز المسیح" تو خدائی وعدے کے موافق فَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ کے مصداق کے طور پر تا قیامت اپنی فتح کا نقارہ بجاتی رہے گی۔ انشاء اللہ۔ پس سعادت مند ہے وہ جو اس نشان سے سبق سیکھے۔ فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَلْبَاب۔

☆……☆……☆……☆……☆……☆……

مغربی ممالک میں رہائش کے مسائل اور ان کا حل

(قسط اوّل)

(ڈاکٹر لطیف احمد قریشی)

موجودہ زمانے میں دنیا سکڑ کر ایک چھوٹی سی بستی بن چکی ہے۔ ایک جگہ کی خبریں دور دراز کے علاقوں میں چشم زدن میں پہنچ جاتی ہیں۔ دنیا کے کسی کونے میں جانا ہو چند گھنٹوں میں پہنچا جاسکتا ہے۔ ایسے زمانے میں ہر شخص کی خواہش ہے کہ وہ بھی سفر کرے اور اپنے حالات کو بہتر بنائے۔ لیکن سفر میں جہاں سہولتیں ہیں وہاں دشواریاں بھی ہیں۔ اس مختصر سے مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ ان مسائل کو یکجا کر کے بیان کیا جائے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس کاوش سے لوگوں کو فائدہ پہنچے۔

بیرونی ممالک میں رہائش کے مسائل

موجودہ حالات میں ہر شخص کی خواہش اور تمنا ہے کہ وہ دنیا کے دوسرے ممالک میں جا کر آباد ہو جائیں۔ کوئی مغرب کی طرف رخ کر رہا ہے تو کوئی مشرق کی طرف اور اپنے وطن سے بہت دور کسی علاقے میں جا کر ہمیشہ کے لئے آباد ہو جاتا ہے۔ وسائل حمل نقل بھی اتنی ترقی کر چکے ہیں کہ صرف ایک ہی دن میں دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچا جاسکتا ہے اور اگلے ہی دن واپس بھی آیا جاسکتا ہے۔ ہر ملک کی ہوائی کمپنیاں مسافروں کی تلاش میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتی رہتی ہیں اور سستے سے سستے ٹکٹ بیچنے کی فکر میں رہتی ہیں یہاںتک کہ ٹکٹ حاصل کرنے کے لئے کسی دفتر میں بھی جانا نہیں پڑتا گھر بیٹھے انٹرنیٹ پر سیٹ مل جاتی ہے۔ وہیں پر کارڈ کے ذریعے ٹکٹ کی قیمت ادا ہو جاتی ہے اور چھپا چھپایا ٹکٹ کمپیوٹر سے نکل آتا ہے اور اسی شام مسافر اپنے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔ یہ تو سہولتیں ہیں جو آج کے ترقی یافتہ دور میں میسر ہیں لیکن بہت سی دقتیں بھی ہیں۔

ابتدائی مسائل

سب سے پہلی دقت ویزا کے حصول کی ہے۔ دنیا کے اکثر ممالک اپنے ہاں کسی غیر کو گھسنے ہی نہیں دیتے۔ ویزے کی فیس کے طور پر بڑی بڑی رقمیں بٹوری جاتی ہیں۔ پھر درخواست دہندہ کے بارہ میں تحقیقات کرائی جاتی ہیں جو بعض اوقات لمبے عرصہ تک مکمل نہیں ہوتیں۔ اور ان تحقیقات کی تکمیل کے بعد کبھی تو ویزا دیدیا جاتا ہے اور کبھی ویزا دینے سے انکار کر دیا جاتا ہے۔ اکثر اوقات ویزا جاری کرنے والا افسر اس بنا پر انکار کر دیتا ہے کہ تم ہمارے ملک میں جا کر واپس نہیں لوٹو گے۔ تحقیقات کے دوران مسافر کے بنک اکاؤنٹ دیکھے جاتے ہیں۔ کاروبار اور جائیداد کا جائزہ لیا جاتا ہے اور اس کے بعد کہا جاتا ہے کہ تمہارے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ ہمارے ملک میں تم چند دن بھی گزارہ کرسکو۔ تم رہو گے کہاں؟ کھاؤ گے کیا؟ بیمار ہوگئے تو علاج کیسے کراؤ گے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارے ملک میں جا کر تم بھکاری بن جاؤ؟ اس لئے ویزا نہیں دے سکتے۔

بعض لوگوں کے عزیز رشتہ دار ان ممالک میں پہلے سے ہی رہتے ہیں اور وہ اپنے ملک کی حکومت سے رابطہ کر کے اپنے آنے والے عزیزوں کی ضمانت دیتے ہیں تو پھر وہاں رہنے والے رشتہ داروں کی تحقیقات کا دفتر کھل جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ کہیں ضمانت دینے والا شخص غیر قانونی طور پر تو ملک میں نہیں رہ رہا ہے؟ یہ ہمارے ملک میں پہنچا کیسے؟ اس کے پاس کس مالیت یا کرائے کا مکان ہے؟ یہ کیا کماتا ہے؟ گھر میں کتنے کمرے ہیں؟ خاندان کے افراد کی کیا تعداد ہے؟ کتنے بچے ہیں؟ غرض ایک لمبا سلسلہ ہے جن امور کی تحقیقات کرائی جاتی ہے اور پھر حالات کے مطابق کبھی تو ویزا دے دیا جاتا ہے اور کبھی انکار بھی ہو جاتا ہے۔

پھر ویزے کی ایک اور قسم وہ ہے جو ترقی یافتہ ممالک تعلیم حاصل کرنے کے لئے دوسرے ملکوں کے باشندوں کے لئے جاری کرتے ہیں۔ تعلیم تو بہت اچھی چیز ہے اور اس سے فائدہ بھی ہوتا ہے لیکن تھوڑا سا تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی دراصل ایک قسم کی تجارت ہی ہے۔ ان ترقی یافتہ ممالک کے تعلیمی ادارے اپنے اخراجات خود پورا کرتے ہیں چنانچہ کچھ رقم تو ان کو اپنے ملک کے طلباء سے مل جاتی ہے جو قرضوں یا عطایاجات کے ذریعے سے اپنی فیسیں ادا کرتے ہیں۔ لیکن اگر تعلیمی ادارہ پھر بھی اپنے اخراجات میں خود کفیل نہ ہو سکے تو وہ دوسرے ممالک کے طلباء کو تعلیم دے کر ان سے ان اخراجات کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور حکومت اس سلسلے میں تعلیمی ویزوں کا اجراء کر کے ادارے کی مدد کرتی ہے۔ باہر سے آنے والوں کو یہ تو پتہ چل جاتا ہے کہ فیسیں بہت مہنگی ہیں لیکن وہ یہ سوچ کر کہ خالی وقت میں کوئی کام کر کے فیس کا انتظام کر لیں گے تعلیمی ادارے میں داخلہ لے لیتے ہیں اور ویزا مل جاتا ہے لیکن بعض دفعہ ایسے ویزے کی شرائط میں یہ شرط بھی ہوتی ہے کہ طالب علم ملک میں کوئی ملازمت نہیں کرے گا چنانچہ ویزے کی شرائط کی پابندی نہ کرنے کی صورت میں پکڑے جانے قید ہونے، مقدمہ چلنے، ویزا منسوخ ہونے اور ملک بدر ہونے کے خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ طالب علم کی تعلیم مکمل ہو جاتی ہے اور وہ اپنی ڈگری لے کر واپس ملک میں آجاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ جو ڈگری اس نے حاصل کی ہے اس کی اپنے ملک میں کوئی قدر و قیمت ہی نہیں ہے بلکہ جس ملک سے وہ ڈگری ملی تھی وہاں بھی وہ بیکار ہے اور اس کی بنیاد پر اسے کوئی ملازمت وغیرہ نہیں مل سکتی۔

دوسرے ممالک میں جانے والوں میں سے کچھ لوگ ایجنٹوں سے مدد لیتے ہیں اور کثیر رقم خرچ کر کے ویزا لگواتے ہیں۔ اکثر دفعہ تو یہ کوششیں کامیاب ہو جاتی ہیں لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ویزا اور سفر کے اجازت نامے وغیرہ جعلی ہوتے ہیں اور ایجنٹ تو مشکل وقت میں اِدھر اُدھر ہو جاتا ہے لیکن بیچارہ مسافر ایئر پورٹوں پر پریشان کیا جاتا ہے، قید کیا جاتا ہے اور بڑی بے عزتی سے ملک سے نکالا جاتا ہے۔ لیکن ایسے لوگ جو ویزا لگوانے کے بعد نئے ملک میں پہنچ جاتے ہیں انہیں آتے ساتھ ہی نئے مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ ائر پورٹوں پر آنے والے مسافروں کی لمبی لمبی قطاریں امیگریشن، کسٹم اور صحت کے عملے کی جانچ پڑتال کے لئے لگی ہوتی ہیں۔ آنے والوں کی تصویریں لی جاتی ہیں۔ ان کے ہاتھوں کی

انگلیوں کے نشانات محفوظ کئے جاتے ہیں۔ ویزے اور دوسرے کاغذات کی پڑتال ہوتی ہے۔ ضرورت ہو تو چھاتی کا ایکسرے کیا جاتا ہے۔ سیکیوریٹی کا عملہ ہر قسم کے سوالات کی بوچھاڑ کرتا ہے۔ تم اس ملک میں کیوں آئے ہو؟ کتنے دن ٹھہرو گے؟ کہاں رہو گے؟ کتنی رقم لائے ہو؟ کب واپس جاؤ گے؟ وغیرہ وغیرہ۔ ہر طرح پوری تسلی کرنے کے بعد ملک میں داخل ہونے کی مہر لگا کر اور واپسی کی تاریخ درج کر کے داخل ہونے کی اجازت ملتی ہے اور آنے والا اطمینان کا سانس لے کر شہر میں داخل ہوتا ہے۔

اب اسے نئے مسائل کا سامنا ہے۔ پہلا مسئلہ ٹرانسپورٹ کا ہے۔ ائرپورٹ سے رہائش گاہ تک کیسے پہنچے گا؟ اگر تو اس کا کوئی عزیز رشتہ دار قریب ہی کہیں رہتا ہو اور اسے لینے کے لئے آ بھی سکتا ہو تو اس کی یہ مشکل حل ہو گئی اور وہ اس کے ذریعے سے اپنی رہائش گاہ پر پہنچ جائے گا ورنہ اس کام کے لئے اسے ٹیکسی یا پبلک ٹرانسپورٹ (بس یا ریل گاڑی) کا انتظام کرنا ہوگا۔ کتنا کرایہ ہوگا؟ کیا اس کے پاس مقامی کرنسی ہے اور اگر ہے تو کتنی ہے کیا وہ ان اخراجات کا متحمل ہو سکتا ہے؟ اگر مقامی کرنسی اس کے پاس نہیں ہے تو مقامی کرنسی اسے کہاں سے ملے گی یہ اور اسی قسم کے سوالات اسے پریشان کرتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں انٹرنیٹ اور ڈیبٹ اور کریڈٹ کارڈ وغیرہ نے ان مشکلات کو حل کر دیا ہے۔ کارڈ کے ذریعے ہر اچھے ائرپورٹ پر مقامی کرنسی نکالی جا سکتی ہے۔ کارڈ کے ذریعہ کار کرائے پر لی جا سکتی ہے اور ٹیکسی اور ہوٹل کے بل ادا کئے جا سکتے ہیں۔ ان کی قیمتیں بھی اکثر آسمان سے باتیں کرتی ہیں اور غریب ملکوں سے آنے والوں کے ہوش ٹھکانے آجاتے ہیں۔ امیر ملکوں سے آنے والے بڑے خوش ہوتے ہیں کہ ہر چیز کس قدر سستی ہے۔ 'ارے بھائی سنو تو یہاں تو ڈبل روٹی صرف ایک پاؤنڈ قیمت پر مل رہی ہے' یا دوسرے ملک میں جانے والا کہے گا 'چار ڈالر کا گیلن پٹرول ہے' غرض اپنے اپنے تجربات کے مطابق ہر ایک کا تأثر الگ الگ ہوگا۔ کوئی انگلینڈ کو سستا کہے گا کیونکہ وہ جاپان سے آیا ہے۔ کوئی امریکہ کو سستا کہے گا کیونکہ وہ انگلینڈ سے آیا ہے۔ کوئی سب کو مہنگا کہے گا کیونکہ وہ پاکستان سے آیا ہے۔

رہائش کے معاملہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مہمان کا تصور یا اپنی رہائشگاہ کو کسی اَور فرد کے ساتھ شریک کرنے کا تصور ان ممالک میں معدوم ہو چکا ہے۔ ہاں پیسے لے کر گھر میں رکھنے کا تصور خوب ترقی پر ہے۔ دُور کے رشتہ داروں کی بات تو بالکل الگ ہے کوئی سگا بھائی یا سگی بہن بھی ہو تو اسے مشورہ دیا جاتا ہے کہ بھائی ہمارے گھر میں تو جگہ نہیں غسل خانہ غیر تسلی بخش ہے شادی پر تو آرہے ہو بڑی ہی خوشی کی بات ہے میری مانو تو ہوٹل میں کمرہ لے لو، آرام میں رہو گے۔ اس لئے ہر نیا آنے والا رہائش کے مسئلہ سے دوچار ہوتا ہے۔ کمروں، مکانوں کے لئے چکر لگاتا رہتا ہے۔ تعارف کے لئے لوگوں کو تلاش کرتا رہتا ہے اور بالآخر کسی مشکوک (dodgy) قسم کی رہائش گاہ کو حاصل کرنے اور اپنے سر کو چھپانے میں کامیاب ہو ہی جاتا ہے۔ اصل حقیقت کا علم اسے کچھ دن گزرنے کے بعد ہی ہوتا ہے۔

جب رہنے کے لئے جگہ مل جاتی ہے تو اس کا کرایہ ادا کرنے کا مسئلہ ہوتا ہے۔ لوگوں کے گھروں میں بھی زیادہ دن رہائش رکھی نہیں جا سکتی کیونکہ اکثر ملکوں میں رہائش کے قوانین بہت سخت ہیں۔ مثلاً یہ کہ کسی مکان میں کتنے افراد سہولت

> حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز تہجد کے واسطے بہت پابندی سے اٹھا کرتے۔ فرمایا کرتے کہ تہجد کے معنے ہیں سو کر اٹھنا، جب ایک دفعہ آدمی سو جائے اور پھر نماز کے واسطے اٹھے تو وہی اس کا وقت تہجد ہے۔ عموماً آپ تہجد کے بعد سوتے نہ تھے، صبح کی نماز تک برابر جاگتے رہتے۔

سے رہ سکتے ہیں اس کا فیصلہ مقامی انتظامیہ کرتی ہے اور اس تعداد سے زیادہ لوگ اگر اس جگہ پر رہتے ہوں تو یہ خلاف قانون ہے اور اس پر کونسل کارروائی کرتی اور عدالت میں چارہ جوئی کرتی ہے۔

رہائش کی جگہوں پر سب سے بڑا خطرہ آگ لگنے کا ہے۔ اکثر مکان لکڑی کے ہوتے ہیں اور چشم زدن میں راکھ کا ڈھیر ہو جاتے ہیں اور قیمتی جانیں ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہر مالک مکان اپنے مکان کا بیمہ کرواتا ہے اور بیمہ کمپنی مکان کا پورا جائزہ لینے کے بعد بیمہ منظور کرتی ہے۔ کتنے کمرے ہیں؟ کیسے چولہے ہیں؟ گھر کو گرم کرنے کا کیا انتظام ہے؟ دھواں اور آگ کی شناخت کے آلات نصب ہیں یا نہیں؟ مکان میں کتنے افراد رہائش پذیر ہیں؟ آگ لگنے کی صورت میں باہر نکلنے کا کونسا راستہ ہے؟ کیا اس راستے کی تعیین ہو چکی ہے اور سب رہنے والے اس سے واقف ہیں؟ ایسے واقعات سامنے آچکے ہیں کہ کسی مکان میں اجازت سے زیادہ لوگ موجود تھے وہاں آگ لگی اور تمام لوگ جل کر مر گئے۔ یا کسی اوپر کی منزل کے کمرے میں بہت سے لوگ جا کر بیٹھ گئے اور ساتھ ہی اس کمرے کی چھت بھی بیٹھ گئی اور بہت سے لوگ مر گئے یا زخمی ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ رفتہ رفتہ مہمان نوازی کی صفتِ انبیاء ان ملکوں میں مفقود ہو چکی ہے اور کوئی کسی کو اپنے گھر میں ٹھہرانا پسند نہیں کرتا اس لئے ہر شخص کو خواہ وہ اکیلا ہی ہو اپنی رہائش کا علیحدہ انتظام کرنا پڑتا ہے اور لامحالہ اس کے اخراجات ہوتے ہیں۔ ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے رقم درکار ہے جو یا تو اپنی جمع پونجی سے آئے گی یا محنت مزدوری کر کے حاصل ہوگی۔ غرض یہ اگلا مسئلہ ہے جو آنے والے کو درپیش ہے۔ وہ لوگ جو کام کرنے کے لئے معاہدہ پر آئے ہوں ان کو تو آمد ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ جو بغیر معاہدہ کے آئے ہوں وہ کام کی تلاش میں سرگرداں پھرتے ہیں اور مناسب کام نہ ملنے کی صورت میں مزدوری کے مشکل کام کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ بعض اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ بھی معمولی مزدوریاں کر رہے ہوتے ہیں۔

ہر کام کی طرح ملازمت کے قواعد بھی ہیں جیسا کہ دنیا کے ہر ملک میں ہوتے ہیں لیکن ترقی یافتہ ملکوں میں ان قواعد کی پابندی بھی کی جاتی ہے۔ مثلاً یہ کہ ہر کام کرنے والے اور کمانے والے کا، خواہ مرد ہو یا عورت۔ تجارت کرتا ہو یا مزدوری، ایک نیشنل انشورنس نمبر ہوتا ہے جس کے بغیر کوئی شخص کام نہیں کر سکتا اور کام کروانے والوں پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اس نمبر کو دیکھیں اور حکومت کو اس کی اطلاع کریں۔ اس کے بعد اس شخص کے تمام واجبات جو حکومت کی طرف سے مقرر ہیں وہ اس کی تنخواہ سے کاٹے جائیں اور حکومت کے خزانے میں جمع کروائے جائیں۔ اس کے علاوہ ملک میں قانوناً ایک رقم تنخواہ کی مقرر ہے جس سے کم تنخواہ کسی شخص کو نہیں دی جا سکتی۔ ایک مقررہ وقت سے زیادہ کام کسی سے لیا نہیں جا سکتا اور ہر شخص جو بیروزگار ہو اسے بعض ممالک میں مدد بھی دی جاتی ہے تاکہ جب تک

اسے مناسب کام ملے وہ تنگی ترشی سے گزارہ کر کے زندگی گزار سکے اور اسے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے۔ چنانچہ یہ تمام قوانین رائج ہیں اور ان کی پابندی بھی کی جاتی ہے۔

لیکن بیچارے نئے آنے والے کو یہ سب معلوم نہیں ہوتا اور بعض دفعہ وہ ایسے شاطر لوگوں کے ہتھے چڑھ جاتا ہے جو اس کا خوب استحصال کرتے ہیں لیکن آہستہ آہستہ اسے بھی قواعد کا پتہ چل جاتا ہے اور وہ ان سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیتا ہے۔

بعض نئے آنے والے بہت ہوشیار بھی ہوتے ہیں انہیں تمام قواعد کا پہلے ہی سے علم ہوتا ہے اور وہ ان ممالک میں آتے ہی ان قوانین سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو سیاسی پناہ لینے کے لئے آتے ہیں۔ سیاسی پناہ کے اپنے قوانین ہیں اور جب تک عدالتیں اپنا فیصلہ سنائیں ان لوگوں کی رہائش، کھانا پینا اور گزارہ ملک کی حکومت کی طرف سے دیا جاتا ہے اور ان کے کام کرنے پر پابندی ہوتی ہے۔ جب عدالت انہیں پناہ دینے کا فیصلہ کر دے پھر انہیں بھی ملک کے قواعد کے مطابق کام کرنا پڑتا ہے۔

پھر اپنے عزیزوں، رشتہ داروں اور دوستوں سے جدائی بھی ایک مسئلہ ہوتی ہے گو موجودہ زمانے میں ٹیلیفون، انٹرنیٹ اور سکائپ (skype) وغیرہ سے کسی حد تک اس کا مداوہ ہو جاتا ہے۔ لیکن شروع شروع میں تو ان کا پتہ نہیں ہوتا یا پھر وہ آلات ہی پاس نہیں ہوتے جن کے استعمال سے یہ فوائد اٹھائے جاسکتے ہیں۔ بعض نئے آنے والوں میں پورے کے پورے خاندان جن میں دادا، نانا، بہن، بھائی، پوتے، پوتی، نواسے، نواسی غرض تین پشتیں اکٹھی نقل مکانی کرتی ہیں۔ ان خاندانوں کو جدائی کا مسئلہ پیش نہیں آتا اور ان کی تمام خاندانی اقدار نئے ملک میں بھی نئے حالات کے مطابق برقرار رہتی ہیں۔ ایسا واقعہ اُس وقت پیش آیا جب تقسیم ہند کے بعد لاکھوں مسلمان یوپی کے ہندوستانی صوبے سے نقل مکانی کر کے سندھ اور پنجاب کے پاکستانی صوبوں میں آباد ہو گئے اور اسی طرح موجودہ دور میں بڑی تعداد میں ایشین باشندے ایک افریقن ڈکٹیٹر کے مظالم کی وجہ سے مشرقی افریقہ سے انگلستان میں آکر آباد ہو گئے۔ انہوں نے بھی اپنی قدروں کو برقرار رکھا اور یونہی لگتا ہے گویا وہ انگلستان میں نہیں بلکہ افریقہ میں ہی رہتے ہیں۔

ایک مسئلہ کھانے پینے کا بھی ہوتا ہے۔ نئی جگہ اور نئے ملک میں کھانے پینے کی چیزیں اور طریقے مختلف ہوتے ہیں اور اکثر لوگوں کو اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ جو لوگ مرچ مسالوں کے کھانوں کے عادی ہوں وہ پھیکا اور بدذائقہ کھانا کیسے کھائیں وہ تو نہاری ہی تلاش کرتے رہتے ہیں جو انہیں نہیں ملتی پھر بالآخر چکن تکہ مسالہ اُن کی مستقل خوراک بن جاتی ہے اور مقامی باشندے بھی روزانہ مچھلی کھانا چھوڑ کر اس پنجابی ڈش کو پسند کرنے لگ جاتے ہیں۔ حلال حرام کھانوں اور کوشر اشیاء کی تلاش بھی مسلسل جاری رہتی ہے۔ پھر بہت سی ممنوعہ چیزیں بڑی فراوانی سے گلی کے نکڑ پر ہی دستیاب ہو جاتی ہیں۔ غرض یہ وہ مسائل ہیں جو ابتداء میں نئے آنے والوں کو درپیش آتے ہیں لیکن جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے مسائل کی نوعیت بدلتی جاتی ہے۔ غور کرنے اور تجربہ سے پتہ چلتا ہے کہ نئے آنے والوں کو ہمیشہ ہی بعض مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور انکی اقسام معاشرتی، معاشی، اخلاقی، خاندانی، مذہبی اور سیاسی نوعیت کی ہوتی ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "یاد رکھیں کہ خلافت کے ساتھ عبادت کا بڑا تعلق ہے۔ اور عبادت کیا ہے؟ نماز ہی ہے۔ جہاں مومنوں سے دلوں کی تسکین اور خلافت کا وعدہ ہے وہاں ساتھ ہی اگلی آیت میں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کا بھی حکم ہے۔ پس تمکنت حاصل کرنے اور نظام خلافت سے فیض پانے کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ نماز قائم کرو، کیونکہ عبادت اور نماز ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہوگی۔" (خطبہ جمعہ 13 اپریل 2007ء۔ الفضل 29 مئی 2007ء)

معاشرتی مسائل

معاشرتی مسائل میں رہنے سہنے کے طریقے، رنگ و نسل کا فرق، مذہب اور گھر میں بولی جانے والی زبان اہمیت رکھتی ہیں۔ چند مثالوں سے یہ بات واضح ہو جائے گی۔ تقسیم ہند کے وقت بہت بڑی تعداد میں آبادی کا تبادلہ ہوا۔ برطانوی ہند میں آرام اور امن سے رہنے والے لوگ ملک کی آزادی کے بعد مذہب کی بنیاد پر نقل مکانی کر گئے۔ پنجاب کے لوگ صوبے کے ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں منتقل ہوئے کیونکہ مذہب کی وجہ سے آزاد شدہ نئے ملک میں اُن کی جان، مال، مذہب اور معاشرت کو خطرے کا اندیشہ تھا گو کہ ان کی زبان اور رنگ و نسل تو ایک ہی تھی لیکن مذہب اور معاشرت مختلف تھے۔ چنانچہ مسلمان بھارتی پنجاب سے پاکستانی پنجاب کی طرف ہجرت کر گئے اور ہندو اور سکھ پاکستانی پنجاب سے بھارتی پنجاب کی طرف منتقل ہو گئے۔ خطرات کے جو اندیشے تھے وہ بھی صحیح ثابت ہوئے اور ابتدا میں ہی قتل و غارت، لوٹ مار، اغوا اور آبروریزی کا وہ بازار گرم ہوا کہ الاماں اور اس کے نتیجہ میں ethnic cleansing کی صورت پیدا ہوگئی اور ہندوستان کے پنجاب سے مسلمان اور پاکستان کے پنجاب سے سکھ اور ہندو ناپید ہو گئے۔

یہ تو ایک ہی صوبے میں رہنے والوں کا حال ہوا۔ بعض دوسرے صوبوں سے بھی مسلمانوں نے نقل مکانی کی چنانچہ صوبہ جات متحدہ آگرہ و اودھ جسے انگریزی میں یوپی کہا جاتا ہے وہاں بڑی تعداد میں مسلمان آباد تھے لیکن اقلیت میں تھے اُن میں سے بعض نے پاکستان کے صوبہ جات پنجاب اور سندھ کا رخ کیا۔ اسی طرح بہار میں رہنے والے مسلمان بنگال کی طرف ہجرت کر گئے۔ اب ان مہاجرین کا رنگ و نسل اور مذہب تو ایک ہی تھا لیکن زبان مختلف تھی۔ نئے علاقوں میں آباد ہونے والے یہ لوگ کوشش کرتے تھے کہ ایک ہی جگہ اکٹھے رہیں تا کہ اپنی انفرادیت کو قائم رکھ سکیں اور ایک دوسرے کی مدد اور تعاون ان کو حاصل رہے۔ مقامی لوگوں نے بھی ابتداء میں تو انہیں خوش آمدید کہا لیکن جلد ہی معاشی مقابلے کے نتیجے میں رقابت کا آغاز ہو گیا۔ نئے آنے والے جونہی بولتے تھے پہچانے جاتے تھے اور ان کو مختلف تحقیر کے ناموں سے پکارا جانے لگا۔ کوئی انہیں مہاجر کہتا تھا کوئی بھیا اور کوئی اور نام سے پکارتا تھا لیکن سب اردو بولنے والے کہلاتے تھے۔ ابتداء میں اردو کو جو برطانوی ہندوستان میں مسلمانوں کی زبان سمجھی جاتی تھی پاکستان کی قومی زبان کے طور پر آگے بڑھانے کی کوشش کی گئی کہ جلد ہی یہ کوشش ناکام ہو گئی اور لسانی جھگڑوں کا ایک لامتناہی سلسلہ چل پڑا۔ نئے ملک بھارت میں

بھی بیچاری اردو کو دیس نکالا مل گیا اور اس کی جگہ ہندی نے لے لی جو اردو سے بول چال میں تو مشابہ ہے لیکن دیوناگری رسم الخط کی وجہ سے لکھنے پڑھنے میں بالکل مختلف ہے۔

اس دقت کا حل مختلف طریقوں سے کیا گیا۔ ایک تو یہ ہوا کہ نئے آنے والوں کے بچے ایسی روانی سے مقامی زبانیں بولتے ہیں کہ یہ پہچاننا ممکن نہیں کہ یہ شخص جھنگ کا مقامی باشندہ نہیں ہے بلکہ اس کے آباء واجداد پانی پت سے آئے ہیں۔ ہاں البتہ اسکی والدہ سے بات کر کے فوراً اس بات کا پتہ چل جاتا ہے۔ ایک انتہائی احمقانہ حل یہ سوچا گیا کہ بچوں کو انگریزی سکولوں میں تعلیم دی جائے اور انگریزی ہی سکھائی جائے اور باقی زبانوں کو ثانوی حیثیت دیدی جائے۔ چنانچہ اس پر آجکل عمل درآمد ہو رہا ہے اور بقولِ شاعر

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی قوم نے ڈھونڈ لی فلاح کی راہ
یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

نئے ملک میں جانے والے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی شکل صورت مقامی باشندوں سے مختلف ہوتی ہے اور وہ ایک نظر سے غیر کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا حال ہے جو جنوبی ایشیا، افریقہ یا جنوبی امریکہ سے یورپ، شمالی امریکہ یا آسٹریلیا وغیرہ کے ملکوں میں جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے ایک لاشعوری تفریقی سلوک سے ساری عمر دوچار رہنا پڑتا ہے۔ خواہ کتنا بھی مقامی باشندوں کے ساتھ ان کے مطابق بننے کی کوشش کریں یہ ہمیشہ الگ ہی رہتے ہیں اور تفریقی سلوک محسوس کرتے رہتے ہیں گو ملک کے قوانین اس کی اجازت نہیں دیتے۔ ایسا سلوک کرنے والے کبھی بھی اس کا برملا اظہار بھی نہیں کرتے لیکن ہوتا ضرور ہے۔ اپنوں میں بیٹھیں گے تو تحقیر کے الفاظ مثلاً wog کا لفظ استعمال کریں گے جو انگریزی الفاظ westernised oriental gentleman کا مخفف ہے۔ غرض یہ تفریق تمام عمر جاری رہتی ہے۔ اور اس کے نتیجے میں مختلف مسائل کا سامنا کرنا پڑتا رہتا ہے۔ یہ مشکلات سب سے زیادہ دوسری اور اس کے بعد کی نسلوں کو محسوس ہوتی ہیں جو اسی ملک میں پیدا ہوئے، وہیں پر پلے بڑھے، وہی زبان بولتے ہیں، وہی لباس پہنتے ہیں، وہی طور طریقے ہیں، وہی رہن سہن اور بعض کا تو مذہب بھی وہی پھر بھی تفریق کا سلوک جبکہ ملکی قانون اس کی اجازت نہیں دیتا اور ملک میں قانون کی بالادستی بھی ہے۔ کسی عدالت میں یہ تفریقی سلوک ثابت نہیں کیا جاسکتا اور کرنے والے اس کی ایسی پیش بندی کرتے ہیں کہ قانون شکنی گویا ہوئی ہی نہیں۔ تو یہ تو ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جس کا نئے آنے والوں کو جلد ہی احساس ہو جاتا ہے اور نسلاً بعد نسلٍ جاری رہتا ہے۔ ہمیشہ ہی ethnic origin کے متعلق سوال کیا جاتا ہے اور ہر شخص کو مختلف خانوں میں ڈالا جاتا ہے اور وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ تفریق کو روکنے کے لئے ہے اور شاید یہی درست بھی ہو لیکن اُن ملکوں میں پیدا ہونے اور پلنے والوں پر اس کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔

معاشی مسائل

نئے آنے والوں کو معاشی مسائل تو ابتدا سے ہی درپیش ہوتے ہیں لیکن ان کی نوعیت بدلتی رہتی ہے۔ لیکن یہ سب وہی مسائل ہیں جو ملک میں رہنے والے دوسرے لوگوں کو بھی درپیش ہیں۔ مغربی ممالک میں 16 سے 18 سال تک کی عمر بلوغت کی عمر سمجھی جاتی ہے۔ اس عمر کے بعد ہر فرد اپنے کاموں کا خود ذمہ دار ہوتا ہے۔ خود اپنے تمام کام کرتا ہے۔ عام طور پر یہی وقت اپنا کام شروع کر کے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا یا یونیورسٹی میں تعلیم کے لئے جانے کا بھی ہوتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ماں باپ کے گھر سے رہائش چھوڑ کر اپنی درس گاہ یا کام کے قریب رہائش رکھنی ہوگی اور اپنے اخراجات بھی خود ہی پورے کرنے پڑیں گے۔ اُس کا اپنا بنک اکاؤنٹ ہوگا اور بنک سے قرضہ وغیرہ لینے کے لئے خود ہی رابطہ کرنا ہوگا۔ اُس کا اپنا کریڈٹ کارڈ ہوگا جس پر وہ چیزیں خریدے گا اور پھر مہینے کے اختتام پر اپنے بلوں کی مکمل یا نامکمل ادائیگی کا ذمہ وار ہوگا۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کارڈوں کے متعلق بھی کچھ معلومات فراہم کی جائیں جو مختلف ممالک میں مالی معاملات چلانے کے لئے نقد رقم کے بجائے استعمال ہوتے ہیں اور بڑی بڑی دوکانوں، کمپنیوں اور ہوٹلوں وغیرہ میں اپنے بلوں کی ادائیگی کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ کئی کمپنیاں ایسے کارڈ عوام کو استعمال کرنے کے لئے فراہم کرتی ہیں اور الیکٹرونک ذرائع سے ان کا حساب کتاب رکھا جاتا ہے۔ ڈیبٹ کارڈ بنک میں موجود اپنی جمع شدہ رقم کے استعمال کے لئے ہوتا ہے اور جمع شدہ رقم کے ختم ہونے کے بعد یہ کارڈ قابل استعمال نہیں ہوتا۔ جبکہ کریڈٹ کارڈ کا جمع شدہ رقم سے تعلق نہیں ہوتا بلکہ اس ادارہ سے ہوتا ہے جو یہ کارڈ مہیا کرتے ہیں اور وہ بتادیتے ہیں کہ کتنی رقم تک کی چیزیں اس کارڈ پر قرضے پر خریدی جاسکتی ہیں۔ اس قرضے کی رقم کی واپسی پر کچھ مدت تک سود نہیں ہوتا (مثلاً پندرہ یوم تک) لیکن اس کے بعد قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں بہت بڑی شرح (مثلاً بیس فیصد ماہانہ یا سالانہ شرح سود) کے ساتھ رقم کی واپسی ہوتی ہے۔ اس معاملے میں تمام قرض دینے والی کمپنیوں کا اشتراک ہوتا ہے اور وہ ہر فرد یا ادارہ جو قرضہ لے رہا ہے اس کی قرض واپس کرنے کی عادت کو ریکارڈ کرتی ہیں جس کو کریڈٹ ریٹنگ credit rating کہتے ہیں اور اس کے مطابق آئندہ قرضہ دینے یا نہ دینے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

اس مختصر تعارف کے بعد اب ہم واپس اس نوجوان طالب علم کی طرف لوٹتے

کلام الامام . امام الکلام

☆ میرے نزدیک سب وظیفوں سے بہتر وظیفہ نماز ہی ہے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 311)

☆ نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 591)

☆ نماز دراصل ربّ العزّت سے دعا ہے جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عافیت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ 615)

☆ نماز کی اصل غرض اور مغز دعا ہی ہے۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 234)

☆ نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کرلو اور شکست کو قبول کرلو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔ (لیکچر سیالکوٹ۔ صفحہ 27)

ہیں جو یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے داخلہ لے رہا ہے یا زندگی شروع کررہا ہے۔ اس کو معمولی سا وظیفہ یا قرض ملنا شروع ہو جاتا ہے جس پر دوران تعلیم کوئی سود نہیں ہوتا لیکن تعلیم مکمل کرنے کے بعد یہ قرض بمع سود مناسب اقساط میں ماہ بماہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ گویا سب سے پہلا تجربہ جو نوجوان مرد اور عورتوں کو ہوتا ہے وہ یہی قرض، سود اور کریڈٹ ریٹنگ کا ہے۔ جب تک تعلیم مکمل ہو کر اسے نوکری ملے وہ ایک خطیر رقم کا قرضدار ہوتا ہے جو سالہا سال تک بمع سود ادا ہوتا رہتا ہے۔ پھر کار خریدنے کے لئے سود پر قرض لیا جاتا ہے۔ شادی کرنے کے لئے قرض لیا جاتا ہے۔ گھر کا سامان لینے کے لئے سود لیا جاتا ہے اور بالآخر مکان خریدنے کے لئے قرض لیا جاتا ہے۔ گھر کا سودا سلف لانے کے لئے کریڈٹ کارڈ استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک لمبا سلسلہ قرض لینے اور بمع سود ادا کرنے کا چلتا رہتا ہے۔ اگر اس دوران اس بیچارے کی ملازمت چھٹ جائے تو قرض پر حاصل کردہ ہر چیز کی قرقی ہو جاتی ہے تاکہ قرض کی رقم بمع سود ادا ہو سکے۔ قرض ادا نہ کر سکنے کی صورت میں عدالت ایسے شخص یا کمپنی کو دیوالیہ قرار دیدیتی ہے جس کے نتیجے میں بہت سے بدنتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بیچارے نووارد کو ان تمام طریقوں کا ابتدا میں پتہ نہیں ہوتا اور اس کی زندگی کافی مشکل ہوتی ہے لیکن سود اور قرض معاشیات کی دو ایسی لعنتیں ہیں جن کو ان خوبصورت نظر آنے والے ملکوں کے ہر رہنے والے کو خواہ وہ نیا ہو یا پرانا درپیش رہتی ہیں۔

طلباء ان مغربی درس گاہوں میں تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ سود اور قرض کا انتظام بھی سیکھتے ہیں لیکن اس کے علاوہ اور بھی بعض باتیں ہیں جو ان کی روزمرہ زندگی کا حصہ ہوتی ہے۔ یونیورسٹی میں شراب بہت سستی بکتی ہے اور طلباء اس سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پارٹیاں بھی بہت ہوتی ہیں جہاں جنسی بے راہ روی بھی سکھائی جاتی ہے اور نشہ آور چیزیں بڑی فراوانی سے خرید وفروخت ہوتی ہیں۔ اکٹھے کام کرنا بھی سکھایا جاتا ہے اور وہی نسلی تعصب جس کا تذکرہ گزر چکا ہے خوب کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ غرض یہ درس گاہیں جن میں داخلہ لینے کے لئے معصوم طالب علم بہت خواہش مند ہوتے ہیں ایک ایسے خاردار جنگل کی طرح ہوتی ہیں جہاں پھونک پھونک کر قدم اٹھانا پڑتا ہے۔

(آئندہ شمارہ میں جاری ہے۔ انشاء اللہ)

اعزاز

جن انصار نے اکتوبر تا دسمبر کے تعلیمی پرچہ میں 80 فیصد سے زیادہ نمبر حاصل کئے، اُن کے نام مع اسماء مجالس حسب ذیل ہیں:

پٹنی: سعید احمد سہگل صاحب، محمد عبدالرشید صاحب، مبشر احمد ندیم صاحب، طاہر احمد تنویر خانصاحب، عبدالرشید شاکر صاحب، طارق احمد صاحبزادہ صاحب، اقبال احمد صاحب، رشید احمد صاحب، مسعود احمد صاحب، امتیاز احمد صاحب، مبارک احمد شاہد صاحب، رفیع احمد صاحب، عزیز احمد طاہر صاحب، سراج دین صاحب، سعادت احمد صاحب، سید سفیر حسین صاحب، منصور احمد خانصاحب، عبدالائیسنا گو صاحب، سلیم احمد صاحب، عارف چوہدری صاحب۔

مسجد فضل: عبدالباسط رانا صاحب، نعیم احمد رضا صاحب، دبیر الحق صاحب، مبشر احمد ڈوگر صاحب، انور عبدالرحیم صاحب، عرفان شہزاد گل صاحب، منصور احمد ابرار صاحب، مبشر احمد ملک صاحب، ناصر آفتاب باجوہ صاحب، رحمت علی صاحب، ملک طارق صاحب، عمر رسول صاحب۔

ٹوٹنگ: عبدالمجید صاحب، دین محمد صاحب، محمود احمد صاحب، ظفر محمود نور صاحب، صاحبزادہ آفتاب احمد صاحب، سمیع اللہ صاحب، تنویر الدین احمد صاحب، طاہر محمود گوندل صاحب، نعیم احمد بٹ صاحب، بشارت احمد صاحب، عبدالشکور خان صاحب، ڈاکٹر نسیم احمد صاحب، سرفراز احمد صاحب۔

بالہم: نصیر احمد عابد صاحب، حبیب الرحمٰن غوری صاحب، رشید احمد صاحب، مقصود احمد صاحب، مشہود اسلم صاحب، عبدالحمید باجوہ صاحب، محمد ذوالقرنین مخدوم صاحب، طارق محمود باجوہ صاحب، عباس احمد صاحب۔

برمنگھم ایسٹ: سلیم احمد صاحب، نواز جویا صاحب، طارق محمود صاحب، ابورحمٰن میر صاحب، عبدالغفار صاحب، مقصود وڑائچ صاحب، غلام عباس بلوچ صاحب، عمران نظیر صاحب، سلیم احمد صاحب، سعید احمد رفیق صاحب، ملک محمد عارف صاحب، زاہد پرویز صاحب، محمد افضل سیٹھی صاحب، نعیم احمد صاحب۔

نارتھ ویلز: قاضی ناصر احمد بھٹی صاحب، طاہر احمد رانا صاحب، بشیر الدین محمود صاحب، کلیم احمد صاحب، محمود جمال صاحب، طالب حسین رانا صاحب، غلام عباس صاحب۔

ووکنگ: خورشید احمد سید صاحب، عبدالباسط بھٹی صاحب، محمد مبارک صاحب، چوہدری ارشد محمود صاحب، سید شرجیل جیلانی صاحب۔

پریسٹن: ڈاکٹر فرید احمد احسن صاحب، مبشر احمد قریشی صاحب، ظفر اللہ جمال صاحب، داؤد احمد پیر صاحب۔

مسجد ویسٹ:
مبشر احمد گوندل صاحب، محمد افضل صاحب، عزیز الرحمٰن صاحب، انس احمد خانصاحب۔

نیو کاسل: منور احمد چوہدری صاحب، ندیم نصیر صاحب، وسیم احمد صاحب۔

ہیورنگ: نصیر احمد مبشر صاحب، سعد سعود صاحب۔

کارڈف: منور احمد مغل صاحب، سعادت احمد صاحب، نصیر احمد آصف صاحب، محمد انور صاحب، سفیر احمد صاحب، ڈاکٹر نصیر احمد زاہد صاحب، مبارک احمد نسیم صاحب، سعید طاہر صاحب، سفیر الدین صاحب، اشفاق احمد صاحب، ملک انور احمد صاحب، ملک امجد فاروق صاحب، اکرم ڈار صاحب، شیخ رفیع احمد صاحب، سعید احمد ظفر صاحب، پرویز احمد خانصاحب، غضنفر علی صاحب، مبشر احمد خالد صاحب۔

اَپرمچم: محمود عالم صاحب، غلام احمد صاحب، رانا شفقت علی صاحب، صغیر احمد صاحب، محمد اے سعید صاحب، رانا عطاء اللہ صاحب، افتخار ملک صاحب، چوہدری ظفر اللہ احمدی صاحب، مبارک احمد قادیانی صاحب، سلیم احمد صاحب، ناصر احمد بادل صاحب، عبدالغفار صاحب، ادریس احمد صاحب۔ (باقی صفحہ 21 پر ملاحظہ فرمائیں)

تبلیغی مساعی مجلس انصاراللہ یو کے

اللہ تعالیٰ کے فضل اور مدد سے مجلس انصار اللہ یو کے کی طرف سے تبلیغی پروگرامز، مجالس سوال و جواب اور Quran Exhibition کا انعقاد کیا گیا۔ تمام پروگراموں میں انصار اللہ کی طرف سے تیار کردہ قرآن کریم سے متعلقہ پوسٹرز آویزاں کئے گئے اور قرآن کریم کے مختلف تراجم والے نسخے نمائش کے لئے رکھے گئے۔ جماعت احمدیہ کے عقائد پر مشتمل مختصر تقاریر کے بعد مہمانوں کو سوالات کرنے کی دعوت دی گئی۔ نیز سکولوں میں لیکچرز دیئے گئے اور لائبریریوں میں قرآن نمائش لگائی گئی۔ اس کارگزاری کی ریجن وائز رپورٹ پیش ہے۔

لندن ریجن:

☆ مجلس Wandsworth

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجلس Wansdsworth نے مقامی چرچ Saint Anns جو کہ چرچ آف انگلینڈ کا حصہ ہے کے ساتھ مل کر مورخہ 14 جنوری 2012ء کو ایک تقریب کا اہتمام کیا۔ اس سے پہلے چرچ کے ملحقہ ہال میں بھی ایک تبلیغی نشست کا انعقاد کیا گیا تھا۔ جس میں پادری صاحب بطور مہمان شامل تھے۔ اس پروگرام کو چرچ کے اندر منعقد کرنے کے لئے نیز پادری صاحب کے ہفتہ وار باقاعدہ سروس میں شامل ہونے والے افراد کو ہمارے پروگرام میں مدعو کرنے کے لئے پادری صاحب کو دعوت دی گئی جس کو انہوں نے قبول کیا۔ لیکن ہمارے پروگرام کا ایجنڈا دیکھ کر خود بھی تقریر اور سوالوں کے جواب دینے کے لئے اپنا نام شامل کرنے کو کہا۔ بعد میں ان کا پھر فون آیا کہ آپ نے قرآن کریم کی تلاوت شامل کی ہے مجھے بھی بائبل سے دعا پڑھنے کی اجازت دیں۔ اسی طرح بعد میں یہ بھی کہنے لگے کہ چونکہ آپ لوگ قرآن کریم کی نمائش میرے چرچ میں لگا رہے ہیں اس لئے مجھے بھی عیسائیت پر مشتمل لٹریچر اور پوسٹر لگانے ہوں گے۔ چنانچہ اُن کی خواہش پر تمام امور شامل کر لئے گئے۔

یہ پروگرام تقریباً تین گھنٹے پر مشتمل تھا اور اس میں 43 غیر از جماعت مہمان شامل ہوئے۔ تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور اس کے ترجمہ سے ہوا۔ اس کے بعد بائبل کی دعا پڑھی گئی اور پادری ڈاکٹر گوڈرن صاحب نے شاملین کو خوش آمدید کہا۔ محترم چوہدری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ یو کے نے پروگرام کی صدارت کی اور جماعت احمدیہ کا تعارف پیش کیا۔ جس کے بعد پادری صاحب اور مکرم عطاء المجیب راشد صاحب نے مختصر تقاریر کیں۔ عیسائیوں کی طرف سے مکرم امام صاحب کو سوالات کئے گئے جبکہ جماعت کے تقریباً 70 شاملین (جس میں جامعہ احمدیہ کے چند طلباء بھی تھے) کی طرف سے پادری صاحب کو سوالات پوچھے گئے۔ بعض سوالات پر پادری صاحب کافی پریشان ہوئے اور عیسائی مہمانوں کے چہرے پر بھی بے اطمینانی بہت عیاں رہی۔ متعدد سوالات کے جوابات انہوں نے وقت کی تنگی کا بہانہ کر کے نہ دیئے۔ مکرم امام صاحب نے اپنے جوابات انتہائی نرمی سے دیئے اور ہر طرح کوشش کی کہ کسی کے جذبات مجروح نہ ہوں تا کہ آئندہ بھی ان کے ساتھ تعلق سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ تقریب کے اختتام پر ہماری طرف سے اختتامی دعا کروائی گئی اور پادری صاحب کو قرآن کریم (انگلش ترجمہ ملک غلام فرید صاحب والا) اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی کتاب پیش کی گئی۔

قرآن کریم پر مبنی پوسٹرز اور جماعتی لٹریچر کے سٹال پر مہمانوں نے بہت دلچسپی سے فائدہ اٹھایا۔ تمام مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ بہت سے مہمانوں نے اپنے پتہ جات مزید رابطہ کے لئے اور آئندہ پروگراموں میں مدعو کرنے کے لئے نوٹ کروائے۔ مرکز کی طرف سے نائب صدر مکرم منصور کاہلوں صاحب، خاکسار شکیل بٹ ایڈیشنل قائد تبلیغ اور مکرم شیخ طارق محمود صاحب زعیم اعلیٰ لندن ریجن بھی شامل ہوئے۔ مکرم بشارت احمد سرویا صاحب کے بار بار رابطوں سے یہ پروگرام ممکن ہوا۔ چند دیگر انصار جن میں سعید ہاشمی صاحب، مشہود گلزار صاحب، بدر احمد صاحب، مبارک احمد خرم صاحب اور رفیق بھٹی صاحب نے انتظامی امور میں بھرپور تعاون کیا۔

☆ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجلس Wansdsworth نے مورخہ 6 فروری تا 11 فروری 2012ء کو Allfarthing School میں پانچ روزہ قرآن نمائش کا اہتمام کیا گیا جس میں مجلس انصار اللہ کے تیار کردہ پوسٹرز آویزاں کئے گئے اور ایک بک سٹال بھی لگایا گیا۔ اس نمائش کی اجازت سکول کے ہیڈ ماسٹر Mr.Duneon Robert سے مکرم بشارت سرویا صاحب نائب قائد تبلیغ نے ایک خصوصی ملاقات کر کے حاصل کی گئی۔ سکول کے 35 اساتذہ اور 250 طلباء نے اس نمائش سے بھرپور استفادہ کیا۔ ہیڈ ٹیچر صاحب نے سکول کی تمام کلاسوں کی باری اور وقت مقرر کیا ہوا تھا۔ اس انتظام کے تحت طلبہ باری باری اپنی کلاس ٹیچر کی زیر سرپرستی اس نمائش کو دیکھتے تھے اور اس طرح سارے سکول نے اس نمائش کو دیکھا۔ تبلیغی سٹال پر جماعتی تعارفی لٹریچر کے علاوہ چند دیگر کتب بھی رکھی گئی تھیں۔ مثلاً Christianty a Journey from Facts to Fiction, Review of Religions.

سکول کے بچوں اور اساتذہ نے اس نمائش اور سٹال کو بڑی دلچسپی اور توجہ کے ساتھ دیکھا اور جماعتی لٹریچر حاصل کیا۔ بہت سے بچوں اور اساتذہ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ مغربی یورپ کی سب سے بڑی مسجد بیت الفتوح دیکھنا چاہتے ہیں۔

اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے مکرم بشارت احمد سرویا صاحب نے بھرپور کوشش کی۔ دوران نمائش چند ممبرات لجنہ اور مکرم سعید احمد ہاشمی صاحب خدمات سرانجام دیں۔

بیت النور ریجن:

مجلس Tooting Bec

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مورخہ 14 جنوری 2012ء بروز ہفتہ مجلس سوال و جواب کا انعقاد ایک لوکل ہال میں کیا۔ اس نمائش میں مجلس انصار اللہ کے تیار کردہ پوسٹرز پر مشتمل قرآن کریم کی نمائش اور جماعتی لٹریچر کے سٹال کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔

پروگرام کا آغاز 6 بجے شام تلاوت قرآن کریم اور اس کے انگریزی ترجمہ سے ہوا۔ مکرم ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن صاحب نائب صدر صف دوم نے اسلام واحمدیت کا تعارف پیش کیا جس کے بعد مکرم مولانا مرزا نصیر احمد صاحب مربی سلسلہ نے خطاب فرمایا اور پھر سوالوں کے جوابات دئے گئے۔ مکرم رانا عبداللطیف صاحب زعیم اعلیٰ بیت النور ریجن بھی اس پروگرام میں شامل ہوئے۔ اس پروگرام میں شامل ہونے والے غیر مسلم احباب و خواتین کی تعداد 34 تھی جنہوں نے بڑی دلچسپی سے نمائش اور لٹریچر سے استفادہ حاصل کیا۔ اختتامی دعا کے بعد حاضرین کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

ایسٹ ریجن:

☆ مجلس Redbridge North نے مورخہ 21 جنوری بروز ہفتہ مقامی کمیونٹی ہال میں قرآن کریم پر مبنی پوسٹرز لگا کر نمائش کا اہتمام کیا جس میں 4 غیر از جماعت مہمانوں نے شرکت کی۔

☆ مجلس Barking نے 29 جنوری کے روز مقامی کمیونٹی ہال میں قرآن کریم پر مبنی پوسٹرز لگا کر نمائش کا اہتمام کیا۔ جس میں 40 غیر از جماعت مہمانوں نے شرکت کی۔

ہرٹس ریجن:

☆ جنوری اور فروری میں مجلس Stevenage کے زیر اہتمام 3 سکول لیکچرز کروائے گئے اور مجلس Watford نے ایک مقامی کمیونٹی ہال میں قرآن کریم پر مبنی پوسٹرز لگا کر نمائش کا اہتمام کیا جن میں سکول کے ٹیچرز اور طلباء سمیت ٹوٹل 323 غیر از جماعت مہمانوں نے شرکت کی۔

مجلس Watford نے 25 اور 26 فروری کو ایک مقامی لائبریری St. Albans Central میں قرآن کریم پر مبنی پوسٹرز لگا کر نمائش کا اہتمام کیا جس سے 34 غیر از جماعت افراد نے استفادہ حاصل کیا۔ اس موقع پر قرآن کریم، آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق جماعتی لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔

مڈل سیکس ریجن:

☆ مورخہ 10 اور 11 جنوری 2012ء کو 2 دن کے لئے Slough کے ایک مقامی سکول میں مکرم محمد عامر رانا صاحب ریجنل ناظم مڈل سیکس کی کوشش سے قرآن کریم کی نمائش کا انتظام کیا گیا جس میں قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم اور پوسٹرز آویزاں کئے گئے تھے۔ نیز جماعتی لٹریچر کا سٹال بھی لگایا گیا تھا۔ اس سکول کی ہیڈ ٹیچر صاحبہ نے اس پروگرام کے انعقاد کی اجازت اس شرط کے ساتھ دی تھی کہ ہم لوگ نمائش لگا کر ان کے حوالہ کر کے وہاں سے چلے جائیں اور پھر اگلے دن آ کر سامان اٹھالیں۔

ہیڈ ٹیچر کی رپورٹ کے مطابق انہوں نے ان 2 دنوں میں ہر کلاس کو ایک ایک گھنٹہ اپنے اساتذہ کے ساتھ Exhibition Hall میں آ کر جائزہ لینا تھا اور مختلف سوالات جو اساتذہ نے ان کو دیئے تھے ان کے جوابات تیار کرنے تھے۔ چنانچہ باقاعدہ ٹائم ٹیبل بنا کر سکول کی تمام کلاسوں کو باری باری نمائش دیکھنے کا انتظام کیا۔ اسی طرح سٹاف کے قریباً 50 افراد کے ساتھ ساتھ 400 سے زائد طلباء و طالبات نے نہ صرف یہ کہ اس نمائش کو دیکھا اور اساتذہ نے بعد میں بچوں سے اس کے بارے میں سوالات بھی کئے۔ ریجن کی طرف سے بچوں کو چاکلیٹ اور انتظامیہ کو دوپہر کا کھانا پیش کیا گیا۔

☆ ریجنل مجلس کے تحت مورخہ 24 فروری کے روز مسجد احد کے افتتاح کے موقع پر قرآن کریم کی نمائش کا انتظام کیا گیا جس میں قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم اور پوسٹرز آویزاں کئے گئے تھے۔ نیز جماعتی لٹریچر کے سٹالز بڑے خوبصورت انداز میں لگائے گئے تھے۔ اس نمائش کو دیکھنے کے لئے 120 غیر از جماعت افراد نے شرکت کی۔

نارتھ ایسٹ ریجن:

☆ مجلس Span Valley نے 29 جنوری کے روز مقامی کمیونٹی ہال میں قرآن کریم پر مبنی پوسٹرز لگا کر نمائش کا اہتمام کیا جس میں 10 غیر از جماعت مہمانوں نے شرکت کی۔ اور مجلس نے فروری میں سکول میں لیکچر کا انتظام بھی کیا۔

☆ مجلس Keighley نے فروری میں 2 ہفتوں میں ایک مقامی لائبریری ہال میں قرآن کریم کی نمائش کا انتظام کیا گیا۔ جس میں قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم اور پوسٹرز آویزاں کئے گئے تھے۔

نارتھ ویسٹ ریجن:

☆ مورخہ 15 جنوری بروز اتوار Manchester North میں Quran Exhibition کا اہتمام مسجد دارالامان کے قریب ایک کرایہ کے کمیونٹی ہال میں منعقد کیا گیا۔ جس میں قرآن کریم کی تعلیم پر مشتمل پوسٹرز اور مختلف زبانوں میں تراجم قرآن رکھے گئے تھے۔ اس پروگرام سے قبل 250 دعوت نامے گھر گھر جا کر تقسیم کئے گئے۔ کمیونٹی ہال کے باہر Love for all hatred for none کا ایک بڑا بینر آویزاں کیا گیا تھا۔ اس پروگرام میں 25 غیر از جماعت مہمانوں نے شرکت کی۔ مہمانوں نے اپنے ریمارکس میں آویزاں قرآن پوسٹرز کی تحریروں کو بہت پسند کیا۔ مکرم ریجنل مشنری صاحب بھی اس پروگرام میں شامل ہوئے اور مہمانوں کے سوالات کے جوابات دیئے۔

☆ مجلس Liverpool نے مورخہ 18 فروری کے روز ایک مقامی ٹاؤن ہال میں قرآن کریم کی نمائش کا انتظام کیا گیا۔ جس میں قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم اور پوسٹرز آویزاں کئے گئے تھے۔ نیز جماعتی لٹریچر کے سٹال بڑے خوبصورت انداز میں لگائے گئے تھے۔ اس نمائش کو دیکھنے کے لئے 32 غیر از جماعت افراد تشریف لائے۔ مکرم زعیم صاحب مجلس Liverpool کی کاوش کے نتیجہ میں کامیاب پروگرام منعقد ہوا۔ مجلس Liverpool کی کوشش سے مقامی لائبریری میں مورخہ 20 فروری سے قرآن نمائش ایک ماہ کے لئے لگائی گئی ہے۔ اللہ بہتر نتائج ظاہر فرمائے۔

ساؤتھ ریجن:

☆ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بروز ہفتہ 14 جنوری 2012ء مجالس Lewisham/Bexley نے مل کر اپنے تبلیغی گاؤں میں قرآن کریم کی نمائش اور تبلیغی سٹال کا انعقاد گاؤں کے لوکل ہال میں کیا۔ قرآن کریم کے مختلف تراجم بھی نمائش میں رکھے گئے تھے۔ یہ دونوں مجالس اس گاؤں میں ملینیم لیفلٹس بھی ڈال چکی ہیں (اور اس کے بعد یہ پروگرام رکھا گیا تھا)۔ نمائش دوپہر بارہ بجے سے شام پانچ بجے تک جاری رہی۔ حاضری صرف 5 رہی۔ (ایک ہفتہ قبل تقریباً 500 گھروں میں اشتہار ڈالے گئے تھے۔) مرکز کی طرف سے اس پروگرام میں مکرم ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن صاحب نائب صدر صف دوم اور مکرم اظہر محمود صاحب ریجنل ناظم ساؤتھ شامل ہوئے۔

ضروری گزارش: تمام زعماء اعلیٰ و ریجنل ناظمین انصار اللہ سے درخواست ہے کہ اپنے ریجن کی تمام مجالس کی تبلیغی مساعی سے متعلقہ رپورٹ باقاعدگی سے بھجوائیں تاکہ اس کی اشاعت کروائی جاسکے۔ جس سے تبلیغ میں حصہ لینے والوں کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ رپورٹ کے ساتھ تبلیغی پروگراموں کے موقع پر بنائی گئی معیاری تصاویر بھی بھجوائی جائیں۔ برائے مہربانی اپنی رپورٹس درج ذیل ای میل ایڈریس پر بھجوائیں۔ شکریہ

Tabligh.Ansar@gmail.com

(رپورٹ شکیل احمد بٹ ایڈیشنل قائد تبلیغ مجلس انصار اللہ یوکے)

بقیہ: اعزازی نمبر حاصل کرنے والے انصار کے اسماء

نیومالڈن: رفیق جاوید احمد صاحب، کلیم احمد انجم صاحب، ہارون بابر ملک صاحب، بشیر طاہر صاحب، اسلم احمد صاحب، افضل محمد صاحب، حبیب احمد بوٹا صاحب، مرزا خالد صاحب، مرزا نذیر احمد صاحب، محمد اجمل صاحب، چوہدری منیر صاحب، ایم اسلم جنٹول صاحب، ندیم خان صاحب، قمر الزماں صاحب، سلیم احمد بھٹی صاحب، طاہر جنتول صاحب، توقیر احمد صاحب، وقار عظیم صاحب، عامر انیس صاحب، شمیم بھٹی صاحب، منور احمد صاحب، مبرور احمد غوری صاحب، ظہیر احمد کھوکھر صاحب، ناظم خان غوری صاحب، مرزا رشید صاحب، محمد احمد اظفر صاحب، انور علی ناصر صاحب، محمود احمد مختار صاحب، منور احمد باجوہ صاحب، فضل الٰہی صاحب، اعجاز عباسی صاحب، بشیر احمد شریف صاحب، محبوب الرحمٰن صاحب، نسیم جمال صاحب۔

نارتھ ہیمپٹن: حبیب اللہ صاحب، وقار احمد صاحب، طاہر احمد ڈار صاحب، نسیم احمد صاحب۔

لیڈز: محمد شعیب نیر صاحب، جاوید احمد صاحب، عبدالماجد بٹ صاحب، محمد ارشد زبیر صاحب۔



انصار ڈائجسٹ

فرخ سلطان محمود

ایک حیرت انگیز ذرّہ...... نیوٹرینو

سائنس کی دنیا میں ہر روز نئی دریافتوں سے عبارت ہوتا ہے لیکن بعض دریافتیں اتنی اہم ہوتی ہیں جو سالہاسال کے پرانے نظریات پر خطِ تنسیخ پھیرتے ہوئے انسانی شعور کو نئے زاویے عطا کرتی ہیں۔ ایسی ہی ایک اہم دریافت چند ماہ پہلے ہوئی ہے اور مکرم آصف علی پرویز صاحب نے اس حوالہ سے درج ذیل مختصر مضمون برائے اشاعت ارسال کیا ہے۔

ہر مادی چیز مختلف ایٹموں سے مل کر بنی ہے جبکہ ہر ایٹم کے مرکزہ میں نیوٹران اور پروٹان کے علاوہ بھی متعدد بنیادی ذرّات (Fundamental Particles) بھی پائے جاتے ہیں۔ اِن میں سے ایک ذرّہ نیوٹرینو (Neutrino) کہلاتا ہے۔ اس ذرّہ کا وزن انتہائی مہین ہے جس کا اندازہ اس مثال سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر ایک ایٹم کو ہم پورے نظام شمسی کے برابر تصور کرلیں تو نیوٹرینو محض ایک فٹ بال کے برابر ہوگا۔ لیکن وزن میں اتنا ہلکا ہونے کے باوجود یہ انتہائی طاقتور ذرّہ ہے۔ چنانچہ جتنی دیر میں آپ لفظ ''نیوٹرینو'' پڑھتے ہیں، یہ ذرّہ اتنی دیر میں زمین کے ایک طرف سے داخل ہوکر دوسری طرف سے نکل بھی چکا ہوگا۔

عناصر (Elements) کی تخلیق میں نیوٹرینو کا بہت بڑا عمل دخل ہے۔ سادہ الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر نیوٹرینو نہ ہوتا تو شاید انسان بھی نہ ہوتا۔

روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے اور عظیم سائنسدان آئن سٹائن کے مشہور نظریہ اضافت کی رُو سے اگر کوئی چیز اِس رفتار سے زیادہ رفتار حاصل کرلے تو اُس کا وزن اور اُس کے لئے وقت کی شرح لامتناہی (Infinite) ہوجائے گی۔ آئن سٹائن کے اِس نظریہ کی بنیاد پر سائنس کے کئی ذیلی نظریات کی بنیاد رکھی جارہی تھی کہ گزشتہ مہینوں آئن سٹائن کا دعویٰ اُس وقت مشکوک قرار پایا جب فرانس اور جنیوا (سوئٹزرلینڈ) کے پہاڑیوں کی گہرائی میں واقع زیرزمین تجربہ گاہ CERN میں نیوٹرینو کو پیدا کیا گیا اور اسے اٹلی کے مقام Gran Sasso میں پہاڑی کے نیچے بنی ہوئی تجربہ گاہ میں وصول کیا گیا۔ 732 کلومیٹر کا یہ فاصلہ نیوٹرینو نے روشنی کی رفتار سے (6 کلومیٹر یا پونے چارمیل فی سیکنڈ) زیادہ تیزی سے طے کیا۔

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اگر یہ بات ثابت ہوگئی کہ نیوٹرینو کی رفتار روشنی کی رفتار سے زیادہ ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمیں سائنس کی کئی کتابیں دوبارہ لکھنی پڑیں گی اور ممکنہ طور پر سائنس کی ایک نئی شاخ کی داغ بیل بھی رکھی جائے گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا بھی خیال تھا کہ مادی ذرّات روشنی سے زیادہ رفتار حاصل کرسکتے ہیں۔ چنانچہ جب ٹریسٹ (اٹلی) میں واقع انٹرنیشنل سینٹر فار تھیوریٹیکل فزکس (International Centre for Theoretical Physics) کا نام محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے نام پر رکھا گیا تو اس موقعہ پر نوبل انعام یافتہ اور دنیا کے چوٹی کے کئی سائنسدان تشریف لائے۔ اس تقریب میں حضورؒ کا پیغام بھی پڑھ کر سنایا گیا جس میں حضور رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ:

''......مَیں تو ڈاکٹر سلام کی ایک جھلک دکھا کر اس بابرکت تقریب میں حصہ دار بن رہا ہوں۔ اُس ڈاکٹر عبدالسلام کی جس نے کبھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی تھی کہ وہ جدید سائنسی علوم اور ان کی پیچیدگیوں پر مجھ جیسے عام علم رکھنے والے کے ساتھ بے تکلّفانہ تبادلۂ خیالات کرتے۔ ادھر میری یہ حالت کہ میری تمام تر کوششیں اس بات کو سمجھنے کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ 86 ہزار میل فی سیکنڈ سے آگے کیوں نہیں بڑھ سکتی۔ پھر بھی ان کے صبر کی داد دیتا ہوں کہ میرے استدلال اور بار بار کے اصرار پر انہوں نے مشروط قسم کی حامی بھری۔ میرا سوال یہ تھا کہ وہ اسباب و علل جو روشنی کے سفر کے لئے زیادہ سے زیادہ موزوں ہیں اگر بنیادی طور پر ان میں تبدیلی ہوجائے جو روشنی کی رفتار کو تیز کرسکیں تو کیا روشنی کی رفتار اس حد سے آگے نہ بڑھے گی جو اس کی حد قائم ہے؟ ان کی طرف سے جواب اگرچہ رُکا رُکا سا تھا لیکن ان کے سر کے ہلنے سے کچھ کچھ اثباتی جھلک ضرور نظر آتی تھی۔ مَیں نے اپنی پیاس بجھانے کے لئے اَور بھی بہت سے سوالات کئے......''

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے:

کیا عجب تُو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

....

چھ کتابیں......ایک شاعر

ایک حساس انسان کے اندر سے بلند ہونے والی منظوم صدا (شعر) جہاں اُس کے شعور کی گہرائیوں کے ساتھ ایک مضبوط رشتہ برقرار رکھتی ہے وہاں قوتِ اظہار پر اُس کی غیرمعمولی دسترس کی بھی خبر دیتی ہے۔ جب حواس معاشرتی درد اور بے قراریوں کو جذب کرنے لگیں اور اُس کے نتیجہ میں دِل میں پیدا ہونے والا کرب شاعر کے مزاج میں ایسا تلاطم پیدا کردے کہ بحرِ جذبات کی بیکراں موجوں کا حسین زیروبم...... اشعار کی صورت میں دکھائی دینے لگے تو پھر اُس منظوم کلام کا محض اندازِ بیان ہی نہیں بلکہ اُس میں پوشیدہ حقیقت بھی اپنے سامع یا قاری کے قلب و روح پر ایسا تأثر قائم کرتی ہے جسے برسوں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ایسا کلام نہ صرف اپنی ذات میں ایک طاقتور سچائی اور معانی میں ایسی دُوررَس گہرائی کا حامل ہوتا ہے جو پڑھنے والے کو شاعر کے ساتھ ایک پاکیزہ رشتہ میں منسلک کردیتا ہے۔ دراصل یہی وہ رشتہ ہے جس کے نتیجہ میں شاعر کے خیالات کی سچائی خوشبو کی طرح اپنے قاری کے توسّط سے پھیلتی چلی جاتی ہے اور یہی خوبی کسی کلام کے زندہ رہنے کی صلاحیت بلکہ اُس کے حیات بخش اثرات کا حامل ہونے کی ضمانت بھی ہوا کرتی ہے۔

عموماً ہمارے اِس کالم میں کوئی ایک کتاب زیر تبصرہ ہوتی ہے لیکن آج ہمارے پیشِ نظر ایسا قادرالکلام اور حقیقت شناس شاعر ہے جن کے کلام کے اب تک چھ مجموعے شائع ہوکر ہر طبقۂ فکر سے دادِ تحسین پاچکے ہیں۔

ہم میں سے وہ دوست جو یورپ اور خصوصاً برطانیہ کی ادبی زندگی پر اگرچہ طائرانہ نظر بھی رکھتے ہیں وہ یقیناً جناب منوراحمد کنڈے صاحب کے نام سے شناسا

ہیں بلکہ اُن کے کلام کے قبول عام کی سند حاصل کرنے کی گواہی دیتے ہیں۔

جناب منور احمد کنڈے صاحب کا کلام اور (حالات حاضرہ کے علاوہ) مختلف النوع عناوین پر اُن کی نظمیں سالہاسال سے متعدد اخبارات و رسائل کی زینت بنتی چلی آئی ہیں۔ تاہم اب جبکہ اُن کے تین (موصولہ) مجموعوں کو بغور دیکھنے کا موقع ملا ہے تو معلوم ہوا ہے کہ حساس دل رکھنے والا یہ ایک ایسا شاعر ہے جو دنیا بھر میں کسی بھی مصیبت زدہ کی آہوں اور سسکیوں کو اپنے سینے میں کچھ اس طرح سے محسوس کرتا ہے کہ الفاظ میں اُس دکھ کا اظہار، اُس کے لئے، گویا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اور ایک حساس دل پر چھائے ہوئے کرب کے بادلوں سے جب درد کا پانی قرطاس پر برستا ہے تو پھر تصنّع سے کوسوں دُور اور سچائی کی ایسی چاشنی اپنے اندر رکھنے والا کلام وجود میں آتا ہے جس کے ذریعے سے جہاں شاعر موصوف کے دل کی کیفیت اور قلبی وسعت سے شناسائی ہوتی ہے وہاں اُن کی قادرالکلامی، زبان دانی، الفاظ و محاوروں کی فراوانی، واقعات کی تصویر کشی اور سادہ و بے ساختہ انداز بیان، نیز دینی تعلیمات سے علمی و عملی وابستگی اور دنیوی معاملات میں گہری نظر رکھنے کا بھی علم ہوتا ہے۔

موصوف شاعر ایک ایسا شخص ہے جو اپنے کلام کے آئینہ میں منکسرالمزاجی کا مرقع نظر آتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اپنے ادبی مقام کے ادراک کے باوجود بھی ہر کسی کے سر پر دست شفقت رکھنے میں وہ کبھی بخل سے کام نہیں لیتا۔ جہاں وہ دنیا میں آنے والی بڑی بڑی آفات سے متاثر ہوکر انسانیت کی اجتماعی تکلیف پر بیقراری سے قلم اٹھاتا ہے وہیں وہ کسی ایک انسان کی روح پر لگنے والے زخم پر پھاہا رکھنے کی کوشش میں بھی نظر آتا ہے۔ ...... انسانی زندگی کے مختلف زاویوں میں وقوع پذیر ہر قسم کے جملہ واقعات کی منظوم تصویر کشی جناب منور احمد کنڈے صاحب کے ضخیم مجموعہ ہائے کلام میں کہیں نہ کہیں مل ہی جائے گی۔ اور لطف یہ بھی ہے کہ کئی نظمیں اور غزلیں اپنے منفرد انداز بیان کے ساتھ ایسی گہری اور پُر معانی ہیں جن کا بار بار مطالعہ قاری کو ایک نیا ہی ذائقہ دیتا ہے۔ جناب منور احمد کنڈے صاحب کی ہر کتاب میں معرفت اور حکمت کے بکھرے ہوئے موتی جابجا آپ کو ملیں گے۔ (لیکن یقیناً اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ ایک ہومیو پیتھ اور حکمت کے ماہر بھی ہیں)۔ اب ذیل میں آپ کی تین کتب کا اجمالی تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

حرف منور

موصوف شاعر کا مجموعہ کلام ''حرف منور'' A5 سائز کے چارصد بھرپور صفحات پر مشتمل ہے جسے سرورق کے دیدہ زیب ڈیزائن کے ساتھ مجلّد (Hard Cover) پیش کیا گیا ہے۔ بھرپور کا لفظ اس لئے لکھا ہے کیونکہ کتاب کے اندرونی صفحات پر نظر ڈالنے سے احساس ہوتا ہے کہ ڈیزائننگ یا سیٹنگ کے نام پر کاغذ کا ضیاع گناہ سمجھا گیا ہے۔ اور جس قدر نظمیں اس مجموعہ میں درج کی جاسکتی تھیں وہ شعری ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے پیش کردی گئی ہیں۔ آخری چند صفحات پنجابی زبان میں کہے گئے خوبصورت کلام سے آراستہ ہیں۔

اس کتاب میں شامل منظوم کلام سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

آ گئی خوفناک دھارے پر
میری کشتی لگا کنارے پر
ہوں مکیں قاتلوں کی بستی میں
میرے مالک! ترے سہارے پر
ہو نگاہ کرم مرے معبود
مجھ سے مجبور غم کے مارے پر

احمدؐ سے قبل ملکِ عرب کا عجب تھا حال
وہ تیرگی تھی جس میں کہ جینا بھی تھا محال
صدیوں سے تھی محیط یہاں کفر کی گھٹا
حقانیت کو، حق کو، کوئی جانتا نہ تھا
آخر عرب کا چاند نمایاں ہوا یہاں
پل بھر میں ہو کے رہ گئیں تاریکیاں نہاں

آزادی بڑی چیز ہے رکھتی ہے شاد باد
پر حق سے جدا ہو تو کر دیتی ہے برباد
تہذیب کی بربادی تو آزادی نہیں ہے
تخریب کی آزادی تو آزادی نہیں ہے
مذہب کا امتناع تحفظ ہے ذات کا
تقلیدِ دین میں ہے بھلا کائنات کا

مسافت کا عزیزو مرحلہ دُشوار ہے اب بھی
ہمارے درمیاں جو تھی وہی دیوار ہے اب بھی
اداؤں کے بدلنے سے تو یارو کچھ نہیں بدلا
وہی تصویر ہے اب بھی وہی کردار ہے اب بھی
منوّر ہے ابھی تک دل میں اپنے دید کی حسرت
نگاہوں کا جو کل تک تھا وہی اصرار ہے اب بھی

دل میں پھر امید کو مہمان کردے اے خدا
یاس کے ماروں کو پھر حیران کردے اے خدا
جانے کب سے چپکے چپکے رورہی ہے زندگی
روز و شب کی مشکلیں آسان کردے اے خدا
کشتیاں اپنی بھنور سے جب نکالی ہیں تو پھر
دُور اپنی راہ سے طوفان کردے اے خدا

تُو بوئے گل ہے ماں تُو ہی بادِ نسیم ہے
ماں تُو عظیم ہے ترا رتبہ عظیم ہے
تخلیق کا جو کرب ہے سہتی ہے ہنس کے تُو
اولاد میں ہے تیرے ہی اپنے لہو کی بُو
آنچل میں اپنے تُو ہے محبت لئے ہوئے
قدموں تلے تُو بیٹھی ہے جنت لئے ہوئے
اللہ کرے کہ ماں کا رہے سر پہ سائبان
جنت ہے ماں کے دَم سے مجھے تو یہی جہان

طاقِ دل

A5 سائز کے 224 صفحات پر مشتمل مجلّد کتاب ''طاقِ دل'' میں نئے کلام کے علاوہ ایک گزشتہ کتاب ''بیدارِ دل'' سے بھی انتخاب شامل کیا گیا ہے۔ کتاب ٹائپنگ، سیٹنگ اور ڈیزائننگ کے اعتبار سے ایک عمدہ پیشکش ہے۔ اس مجموعہ میں زیادہ تر غزلیں شامل ہیں تاہم حمد و نعت کے حوالہ سے اشعار بھی شامل ہیں۔ ذیل میں اس مجموعہ کلام سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

محتاج آب نُور ہے خاکِ بشر عجیب
روحوں کا منزلوں کی طرف ہے سفر عجیب
شبنم بکھیرتا ہوا آہیں بھرے فلک
ہر شامِ غم کے بعد ہے نورِ سحر عجیب

نفرتوں کی سرزمیں پر اک مکاں میرا بھی ہے
اور ستاروں سے پرے اک آسماں میرا بھی ہے
آ نہیں پاتا کہیں قابو میں حالِ عاشقی
گردشوں میں رات دن وہم وگماں میرا بھی ہے

تعریف اس کی کیا کوئی اہل قلم لکھے
جو دوسروں کو تُو لکھے اور خود کو ہم لکھے

......

بابِ الفت ہے کھلا کن کے لئے! اُنؑ کے لئے!
دشت ہے گلشن بنا کن کے لئے! اُنؑ کے لئے!
ناز پہ انداز پہ قربان اُن کے ہے جہاں
لمحہ لمحہ جاں فدا کن کے لئے! اُنؑ کے لئے!

......

جو باقی رہ گئے ہیں کام دیکھوں
کہ جسم و جان کا آرام دیکھو
زمانے کی حقیقت جانتا ہوں
جسے دیکھوں اسے بے نام دیکھوں

......

عشق میں کم ہمتی ہے غم سے گھبرانے کا نام
زندگی ہے ہر قدم پر ٹھوکریں کھانے کا نام
دل میں کتنے جل گئے ہیں آرزوؤں کے چراغ
ہم نے جس دن سے سنا ہے آپکے آنے کا نام

......

عمر بھر دشتِ ادب میں ہم سفر کرتے رہے
ہر ورق پر لفظ اپنے معتبر کرتے رہے
زندگی تجھ سے تو ہم نے کچھ نہیں مانگا مگر
جس طرح بھی تُو نے چاہا ہم بسر کرتے رہے

......

پھرتے ہیں بہت شہر میں بیکار وغیرہ
اب کچھ تو کرے ان کا بھی سرکار وغیرہ
ہاتھوں میں ہے تسبیح کے دانوں کا تسلسل
پہلو میں چھپا رکھی ہے تلوار وغیرہ
افلاس میں جی لینے کا جن کو ہے قرینہ
ہیں لوگ وہی آج بھی خوددار وغیرہ

......

ابر قبلہ

174 صفحات پر مشتمل اس کتاب میں شاعر موصوف نے اپنی ایسی تمام کاوشوں کو شمار کیا ہے جو اسلام اور احمدیت کے تعلق میں کہی گئی ہیں۔ کتاب کا سرورق اگرچہ Soft ہے تاہم ڈیزائن اور گیٹ اَپ کے لحاظ سے موصوف شاعر کے دیگر مجموعوں کی طرح یہ کتاب بھی ایک عمدہ پیشکش ہے۔ اس کتاب میں سے انتخاب کرنا یقیناً خاصا دشوار تھا۔ تاہم پھر بھی کوشش کی گئی ہے کہ مختلف مضامین سے تعلق رکھنے والے منتخب اشعار ہدیۂ قارئین کئے جائیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

اک مست قلندر رہتا ہے مولیٰ کے سہارے لندن میں
اور صدق کی چشمِ پُرنم کے ہوتے ہیں اشارے لندن میں
مغموم ہیں جن کی یادوں میں پانچوں ہی دریا چاہت کے
دھونی وہ رمائے بیٹھے ہیں اب "ٹیمز کنارے" لندن میں
احمدؑ کے گلستاں کا مالی بے آب زمینوں کو سینچے
جو رنگ ثمارِ الفت کے، وہ رنگ ہیں سارے لندن میں
ہجرت ہے جن کے پیروں میں مسکان ہے نوری چہرے پر
دُکھ جن کو ساری امّت کا، ہیں وہ دکھیارے لندن میں

......

ایک ہی پرچم محمدؐ کا جسے حاصل دوام
احمدیت ہے اسی پرچم کو لہرانے کا نام
سلسلۂ احمدیت اِک جلالی شاں کے بعد
ہے جمالِ یارؑ کا اب بام پر آنے کا نام
وہ جو گلزارِ محمدؐ کی تھی خوشبو کھو چکے
احمدیت ہے اُنہیں پھولوں کو مہکانے کا نام
وہ چمن ایمان کا جو ہو گیا بے برگ و بار
احمدیت ہے اُسی پر پھر بہار آنے کا نام

......

وہ تیرگی میں اِک دیا
نہ آندھیوں سے بجھ سکا
اللہ کا بھیجا ہوا
وہ ایک مردِ باصفا
وہ عظمتِ اِدراک ہے
وہ ہی مسیحِ پاکؑ ہے
ہے بے خطا جس کی دعا
وہ بندۂ ربّ الوریٰ
وہ ہے غلام مصطفیٰؐ
جو ہے نبیؐ کے زیرِ پا
یہ وہ ہی دُرِ خاک ہے
وہ رفعتِ ادراک ہے
وہ ہی مسیحِ پاکؑ ہے

......

بے نیاز و بے گزند
تُو ہی سب سے ہے بلند
تیری بخشش کی نہ حد
کی عطا تُو نے خرد
تیرا واحد ہے عدد
"قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ"

......

وہ بشر ہی کفر سے مامون ہے
یاد قرآں کا جسے مضمون ہے
اہلِ ایماں کا یہی قانون ہے
حق و باطل کی یہی پہچان ہے
مومنوں کا رہنما قرآن ہے

......

تصحیح

گزشتہ شمارہ میں جس خوبصورت کتاب پر تبصرہ شامل اشاعت کیا گیا تھا وہ مکرم محمد شریف خالد صاحب (آف جرمنی) کی کتاب تھی جس کا نام ہے "اس ڈھب سے"۔ اس نام کی وجہ تسمیہ یقیناً حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ شعر ہے:

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدّعا یہی ہے

قارئین براہ کرم نوٹ فرمالیں کہ مذکورہ تعارف میں درج ہونے والے اشعار میں سے ایک بند محترم مصلح الدین صاحب راجیکی صاحب کا ہے۔ اس بند کا پہلا مصرعہ یوں ہے:

"عشق ہی میرا دین ہے عشق ہی میری ذات ہے"

یہ امر تصحیح طلب ہے کہ شاعر موصوف کے منتخب اشعار میں سے درج ذیل بند کے پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ میں ایک لفظ کے اضافہ سے مصرعہ بے وزن ہو گیا تھا۔ درست شعر یوں ہے:

جن پرندوں کے پر نہیں ہوتے
وہ کبھی ہم سفر نہیں ہوتے
نظر ہو جن کی کامیابی پر
امتحاں دردِ سر نہیں ہوتے
زندگی کے حسیں لمحے بھی
دوستو بے خطر نہیں ہوتے

مذکورہ غلطی کے نتیجہ میں قارئین کو جو زحمت برداشت کرنی پڑی ہے، اُس پر خاکسار اپنے محترم قارئین کے علاوہ موصوف شاعر سے بھی نہایت درجہ معذرت خواہ ہے۔

اگر آپ بھی اپنی پسندیدہ کسی کتاب کا تعارف "انصار ڈائجسٹ" کی زینت بنانے کے خواہشمند ہیں تو براہ کرم فون نمبر 07947408144 پر رابطہ فرمائیں۔